باداء الصوم والصلوٰۃ والحج والزکوٰۃ

تالیف

علامہ نواب صدیق حسن خاں حسینی رحمہ اللہ

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء

الجامعۃ السلفیہ، بنارس، الھند

اشاعت اوّل : دو ہزار
رجب ۱۴۰۱ھ مئی ۱۹۸۱ء
کتابت : عبداللطیف الہ آباد
طباعت : نیشنل آرٹ پرنٹرس الہ آباد
قیمت :

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب وارانسی ۲۲۱۰۱۰
۲۔ الدار السلفیہ ص ب ۲۰۸۵۷ عمارۃ الثوینی ۔ الکویت
۳۔ جریدۃ ترجمان ۴۰۸۵ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
۴۔ حافظ شیخ عین الباری صاحب S-102, MARRAY ROAD کلکتہ ۱۸
۵۔ مکتبہ مسلم، جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱
۶۔ دار المعارف ۱۳ محمد علی بلڈنگ بھنڈی بازار بمبئی ۴۰۰۰۰۳

فہرست عنوانات

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات		صفحہ

عنوانات			صفحہ

اُنیسویں صدی عیسوی میں جن علماء نے دینِ اسلام اور علوم شرعیہ کی عظیم خدمت انجام دی اور مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے پیہم کوشش کی ان میں علامہ نواب صدیق حسن خاں رحمہم اللہ (م ۱۳۰۷ھ) کی ذات بہت نمایاں ہے۔ آپ نے قلم کے ساتھ ساتھ مال سے بھی مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہونچایا۔ گراں قدر عربی و اُردو مولفات کو اپنے خرچ سے طبع کرا کر ہر جگہ پہنچایا اور تشنگانِ علوم دینیہ کو سیراب ہونے کا موقع فراہم کیا۔

علم کی خدمت کے ساتھ ساتھ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیشِ نظر مسلمانوں کی اصلاح و رہنمائی کا پہلو بھی تھا، اس لئے اہم علمی موضوعات پر مفصل تصانیف کے علاوہ آپ نے چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابیں بھی تالیف کیں اور عام فائدہ کے لئے انھیں شائع کیا۔

نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی و اصلاحی تصانیف میں جو وصف نمایاں طور پر محسوس کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہر موضوع پر کتاب و سنّت کی روشنی میں کلام کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کو استدلال میں پیش کرتے ہیں اور پھر اسلاف کرام کی زندگی کے واقعات کو موثر انداز میں بیان کرتے ہیں جس سے قاری کا ذہن پوری طرح مطمئن ہوجاتا ہے اور اس کے دل میں احکامِ شریعت پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔

شرک و بدعت کی تردید میں آپ کا اسلوب بالکل اچھوتا ہے۔ عقیدہ و عمل کی گمراہیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے آپ نے کتاب و سنّت سے استدلال کا جو طریقہ اپنایا ہے اُس کی تاثیر مسلم ہے، اس موضوع پر آپ کی بعض کتابیں عرب وعجم کے

یہاں یکساں مقبول ہیں۔

وسیلۃ النجاۃ کے نام سے علامہ نواب صاحبؒ کی جو کتاب ناظرین کے سامنے پیش کی جا رہی ہے، اپنے موضوع پر بہت اہم ہے۔ اس میں مؤلف موصوف نے اسلام کے ارکان خمسہ میں سے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج پر مفصل کلام کیا ہے، ہر رُکن سے متعلق احکام و مسائل کو منقح کیا ہے؛ ان عبادات سے متعلق ترغیب دلانے والی آیات و احادیث کو ذکر کیا ہے، ان کے اسرار و آثار کی جانب اشارہ کیا ہے اور ساتھ ہی ان غلط آراء و خیالات کی تردید کی ہے جن کو ناواقفیت کے سبب اِن عباداتوں کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ کتاب کے خاتمہ پر ان احادیث نبویہ کو ذکر کیا ہے جن سے شریعتِ مطہرہ کے احکام پر عمل کا جذبہ قوی ہوتا ہے اور دُنیاوی زندگی کی اصل حقیقت سامنے آتی ہے۔

اس کتاب کی تصحیح، آیات کے حوالجات اور فقروں کی تعیین کا کام ادارۃ البحوث الاسلامیۃ کے نوجوان رفیق مولوی عبدالوہاب صاحب حجازی نے بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ ان کی اس کوشش سے استفادہ میں آسانی ہو گئی ہے۔ سابقہ ایڈیشن میں فہرست بھی نہ تھی۔ اِس ایڈیشن میں موصوف نے اس کمی کو بھی پورا کر دے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس اہم کتاب سے مسلمانوں کو نفع بخشے، مؤلف مرحوم کو اجر جزیل عطا فرمائے اور نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری مفید کتابوں کو جلد از جلد شائع کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین۔

(مقتدیٰ حسن ازہری)

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ جامعہ سلفیۃ، بنارس

۱۱/۵/۱۴۰۱ھ

اِدارۃُ البحوث الاسلامیہ والدّعوۃ والافتاء

یہ ادارہ **جامعہ سلفیہ** (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا ایک اہم ترین علمی اور تبلیغی شعبہ ہے جس کے مقاصد درج ذیل ہیں:۔

- عصر حاضر کے تقاضے کے مطابق مختلف اسلامی موضوعات پر مضامین و مؤلفات فراہم کرنا۔
- سست گام اور بے عمل مسلمانوں میں جوشِ عمل پیدا کرنے کی کوشش کرنا، شرک و بدعت اور کفر و الحاد کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے گم گشتہ راہ انسانوں کو کتاب و سنّت کی روشن شاہراہ کی دعوت دینا اور اسلام پسند حلقوں کے درمیان مفاہمت اور تعاون کی فضا پیدا کرکے کاروانِ اسلام کو از سرِ نو رواں دواں کرنا۔

قدیم و جدید مسائل میں اسلام کی جامع اور صحیح تعلیمات کی طرف رہنمائی کرنا اور اس سلسلے میں ملک و بیرون ملک سے آنے والے ہزارہا سوالات کا باقاعدہ اور بروقت جواب دینا۔

الحمدللہ کہ ان میں سے ہر پہلو پر کام شروع ہو چکا ہے۔ جامعہ کا عربی ماہنامہ **مجلۃ الجامعۃ السلفیہ** اس شعبہ کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ اب تک تقریباً تیئیس ۲۳ کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ فتویٰ نویسی کا باقاعدہ انتظام ہے اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی وسیع کیا جا رہا ہے۔ خدا کرے ہم بڑے پیمانے پر یہ سارے کام انجام دے سکیں، اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور وہ وقت اپنی آنکھوں سے دیکھیں جب نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن جائیں اور ملک کے گوشے گوشے میں اسلام کا چرچا ہونے لگے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصلوٰۃ خیر موضوع فی الاسلام والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء ولبنۃ التمام وعلیٰ آلہ وصحبہ مسک الختام۔ امّا بعد۔

حدیث متفق علیہ ابن عمر رضی اللہ عنہما میں آیا ہے، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی پانچ بُنیادیں ہیں۔ ۱۔ گواہی دینا کلمۂ طیبہ کی۔ ۲۔ قائم رکھنا نماز کا۔ ۳۔ دینا زکوٰۃ کا۔ ۴۔ حج کرنا۔ ۵۔ روزہ رکھنا۔ بُنیاد کا مطلب یہ ہے کہ جس نے یہ پانچوں کام کئے وہ مسلمان ہے جس نے ایک بات کو بھی ان میں سے نہ کیا وہ مسلمان نہیں۔ گو باقی چار کام کیوں نہ کرتا ہو۔

پہلے کام سے مراد توحید و اتباعِ سنت ہے۔ اس لئے کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" میں انکار شرک کا ہے۔ کھُلا شرک ہو یا چھپا۔ "مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" میں انکار بدعت کا ہے۔ سیئہ ہو یا حسنہ بدون گواہی اس کلمے کے کوئی مرد عورت مسلمان نہیں ہوتا۔ جس نے اس کلمے کو اپنے مونہہ سے کہا، دل سے نہ کہا وہ گو ظاہر میں مسلمان ہے مگر باطن میں کافر ہے۔

پھر نرے کلمہ کہنے سے گو دل ہی سے کیوں نہ کہے پورا مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ چاروں کام باقی نہ بجا لائے۔ اس لئے کہ عمل مفہوم ایمان میں داخل ہے۔

ایمان ہر مسلمان کا گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ بڑھتا اس طرح ہے کہ فرائض شرع ادا کرے، عمل صالح بجا لائے، کبائر سے بچتا رہے۔ اللہ و رسول کی محبت و اطاعت کو دن بدن بڑھاتا رہے۔ گھٹتا اس طرح ہے کہ فسق و فجور میں پھنسا رہے۔ گو نماز پڑھے۔ روزہ رکھے۔ کیونکہ نشانی قبولیت نماز کی یہ ہے کہ وہ نماز اس کو فحش کاموں، خلافِ شرع باتوں سے روکے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ[1] فحشاء میں سارے بڑے چھوٹے گناہ زبان و شرمگاہ کے داخل ہیں۔

---

[1] عنکبوت ع ۵ ترجمہ: بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ حرکات سے روکتی ہے۔

مُنکَر میں سب خلافِ شرع باتیں حرام ہوں یا مکروہ، شامل ہیں۔ سو جس کی نماز ایسے کاموں
اُس کو باز نہ رکھے تو سمجھ لو کہ اُس کی نماز قبول نہیں ہے۔ اگر قبول ہوتی تو وہ کوئی فسق و
نہ کرتا، کسی مُنکَر فعل میں مبتلا نہ ہوتا۔ جب مبتلا ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کا ایمان ناقص ہے۔
ناقص نہ ہوتا کامل ایمان ہوتا تو ضرور آپ کو ایسے کاموں سے بچاتا رہتا۔

اگر اتفاقاً کوئی مُنکَر، یا فحش اس سے بھول چوک سے ہو بھی جاتا، تو فی الفور
کرتا۔ نادم پشیمان ہوتا۔ مگر جب نہ ہوا، نماز بھی پڑھے گیا اور بُری باتوں میں بھی پھنسا ر
معلوم ہوا کہ یہ نماز اُس کی نزدیک خدا کے مقبول نہیں ہوئی۔ اسی طرح جو شخص نماز پڑھتا
لیکن فسق و فجور نہیں کرتا، رات دن اپنے دل کی اصلاح کرتا رہتا ہے، اگر بشریت سے کو
بھول چوک کسی وقت اُس سے ہو جاتی ہے تو اُسی دم اُس کا تدارک کر لیتا ہے تو ایسے شخص
کا ایمان بڑھتا رہتا ہے۔ اس کی ہر عبادت نماز ہو یا روزہ، نزدیک خدا کے قبول ہوتی ہے

غرض کہ کلمۂ طیبہ کے بعد یہ چاروں رُکن اسلام کے ہر اُس آدمی پر فرض ہیں، جو عاق
بالغ، صاحب مقدور ہے۔ یعنی بچے، دیوانے، پاگل پر نماز روزہ واجب نہیں ہے۔ مفلس پ
زکوٰۃ و حج فرض نہیں ہے۔ مگر جس کسی پر یہ کام فرض ہو چکے ہیں اور وہ عمداً ان کو ترک
کرتا ہے تو اُس کی مسلمانی مکڑی کا گھر ہے۔ گو کلمہ گو ہو یا ہزار بار کلمے کا کیوں نہ اقرار کر
جس طرح اکثر فُسّاق فجّار یا عرب کے بدوّوں کا حال ہے۔

کلمۂ طیبہ کے معنی صاحب دینِ خالص نے بہت بسط سے لکھے ہیں۔ اس لئے زیادہ تفصیل
اس کی نہیں کی گئی۔ اس رسالے میں فقط تین ہی چیزوں کا ذکر تفصیلاً کیا جاتا ہے۔ ۱۔ نما
کا۔ ۲۔ روزہ کا۔ ۳۔ زکوٰۃ کا۔ اس لئے کہ حج کے بیان میں علیحدہ رسالہ بیشتر اِس سے
لکھا گیا ہے۔ مگر ایک فصل اس جگہ بھی فقط بیان میں آیات حج کے، لکھ دی گئی ہے کہ ۔۔۔
کا ہو لا یترک کلہٗ ؎

فصل بیان میں نماز کے

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے سُنا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے: بھلا تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو، وہ اس نہر میں ہر دن پانچ بار نہاوے، تو کچھ بھی میل کچیل اس کا باقی رہے گا؟ کہا کچھ بھی نہیں رہے گا۔ فرمایا یہی مثال ہے پانچوں نماز کی کہ اللہ ان نمازوں کی وجہ سے خطائیں مٹا دیتا ہے۔ اس کو بخاری، مسلم، ترمذی و نسائی نے بیان کیا ہے۔ ابن ماجہ کے نزدیک یہ حدیث عثمان رضی اللہ عنہ سے آئی ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کا لفظ یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: پانچوں نمازیں اور جمعہ، جمعہ تک کفارہ ہیں اُن گناہوں کا جو ان کے درمیان ہوتے ہیں جب تک کہ گناہ کبیرہ نہیں کرتا۔ اس کو مسلم و ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے معلوم ہوا کہ ہر نماز گناہ صغیرہ کو دور کرتی ہے۔ کبیرہ گناہ ابھی باقی رہتے ہیں۔ جب باقی رہے اور نماز نے اُن سے نہ روکا تو وہ نماز بھی مقبول نہ ہوئی۔ نماز کی مثال نہر سے، نماز پڑھنے کی مثال پانچ مرتبہ نہانے سے کئی حدیثوں میں آئی ہے۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم آگ میں جلا کرتے ہو، پھر جب نمازِ صبح پڑھتے ہو تو وہ تم کو نہلا دیتی ہے۔ یعنی اس آگ پر پانی پڑ جاتا ہے۔ وہ بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح حق میں نماز ظہر و عصر و مغرب و عشاء کے بھی فرمایا ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے صغیر و اوسط میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

انس بن مالکؓ کا لفظ مرفوع یوں ہے کہ اللہ کی طرف کا ایک فرشتہ ہر نماز کے وقت پکارتا ہے کہ اے لوگو کھڑے ہو، اور اس آگ کو جو تم نے سُلگائی ہے! بجھاؤ۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر۔ منذری نے کہا اس حدیث کے راوی ایسے ہیں جن سے

صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے۔ سوائے یحییٰ بن زہیر قریشی کے۔ یہ حدیث بھی کئی طرح سے آئی ہے۔

عمرو بن مرہ جہنی نے کہا: ایک آدمی آیا اس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: بھلا اگر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دوں، پانچ وقت کی نماز پڑھوں، زکوٰۃ دوں، رمضان کے روزے رکھوں، رمضان میں قیام کروں، تو پھر میں کیسا آدمی ہوں! فرمایا: تو صدیقوں، شہیدوں میں ہے۔ اس کو بزار، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

یہ فضیلت اسی شخص کی ہے جس کی نماز اس کو فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ اور جس کو نہیں روکتی اس کی نماز سرے سے مقبول ہی نہیں ہے۔ صدیق و شہید ہونا کیسا!

حدیث ابو امامہ میں مرفوعاً آیا ہے جس نے اچھی طرح وضو کیا، ہاتھ دھوئے، منہ دھویا، سر پر مسح کیا، کانوں کا مسح کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز فرض پڑھی، اللہ تعالیٰ اس دن وہ گناہ اُس کا جس کی طرف وہ پاؤں سے چلا ہے، جس کو ہاتھ لگایا ہے! جس کو کانوں سے سنا ہے! جس کی طرف آنکھ سے دیکھا ہے! جس (بُری) بات کا دل میں دھیان کیا ہے! بخش دیتا ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز سے گناہ صغیرہ مٹ جاتے ہیں۔ گناہ کبیرہ باقی رہ جاتے ہیں۔

اس لئے حدیث مرفوع ابو ہریرہؓ و ابو سعیدؓ میں یوں آیا ہے کہ جو کوئی پانچوں نمازیں پڑھتا ہے، رمضان کے روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ نکالتا ہے، ساتوں گناہ کبیرہ سے بچتا ہے، اس کے لئے آٹھوں دروازے بہشت کے کھول دئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دروازے کھڑکھڑاتے ہیں۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا[1] حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ اِس حدیث سے بھی یہی نکلا کہ گناہِ صغیرہ جب ہی معاف ہوتے ہیں، بہشت جب ہی ملتی ہے کہ آدمی گناہ کبیرہ سے بچے۔

---

[1] النساء ۳۱۔ ترجمہ: اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو روکا جاتا ہے باز رہو گے تو تمہاری غلطیوں کو ہم معاف کر دیں گے اور تمہیں بڑی عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جو چیز اللہ نے لوگوں پر فرض کی ہے نماز ہے: پچھلی چیز جو باقی رہے گی وہ بھی یہی نماز ہے۔ سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جاوے گا یہی نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماوے گا: دیکھو میرے بندے کی نماز کو۔ اگر پوری ہے تو پوری لکھو۔ اگر ناقص ہے تو دیکھو کوئی نفل نماز بھی پڑھی ہے۔ اگر نفل مل گئی تو فرض کو بھی اس سے پورا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح حکم ہوتا ہے دیکھو زکوٰۃ کو اس نے پوری زکوٰۃ دی ہے۔ سو اگر پوری نکلی تو پوری لکھی گئی۔ ناقص نکلی تو فرماتا ہے دیکھو کچھ اور بھی صدقہ دیا ہے تو اُس سے پورا کر لیتے ہیں۔ رواہ ابو یعلیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہئے کہ نرے فرض پر قناعت نہ کرے بلکہ نفل عبادت بھی کرتا رہے تاکہ فرض کا نقصان اس سے پورا ہوجاوے۔ کثرتِ نوافل سے آدمی مرتبہ ولایت کو پہونچ جاتا ہے۔ ہر عبادت فرض کے لئے ایک نفل عبادت بھی اسی جنس کی مشروع ہے۔ جیسے نماز نفل، روزہ نفل، حج نفل، صدقہ نفل۔

عبادہ بن صامت نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ پانچ نمازیں ہیں جن کو خدا نے فرض کیا ہے۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا، اچھی طرح وقت پر نماز پڑھے، رکوع، سجدہ، خشوع پورا پورا ادا کیا، اس کے لئے اللہ سے عہد ہے کہ اس کو بخش دے۔ اور جس نے یہ نہ کیا اس کا کوئی عہد خدا سے نہیں ہے چاہے بخشے یا نہ بخشے۔ رواہ ابوداؤد۔ معلوم ہوا کہ جس نے اچھی طرح وضو نہ کیا، وقت پر نماز نہ پڑھے، دیر لگا کر یا آخر وقت پر پڑھے، پھر رکوع سجدہ بھی پورا پورا ادا نہ کیا، ذرا سر جھکایا، ذرا سر اُٹھایا، زمین پر ٹکر لگائی، کوئی رکن دل لگا کر ادا نہ کیا تو اُس کی مغفرت کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ ناحق ایسی نماز پر اُمیدِ بخشش کی رکھتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ نماز بہشت کی کنجی ہے۔ اس کو دارمی نے جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ مگر جب کسی کی یہ کنجی ٹوٹی ہوئی ہوگی تو پھر دروازہ کسی طرح نہیں کھل سکتا ہے۔

حضرت انس کی حدیث میں آیا ہے، سب سے پہلے دن قیامت کے حساب اسی نماز کا ہوگا۔

اگر اچھی نکلی تو چھٹکارا ہے۔ جو نکمی نکلی تو ٹوٹا پایا۔ دوسری روایت عبداللہ بن قرط میں یہ لفظ آیا ہے کہ اگر نماز اچھی نکلی تو باقی اعمال بھی درست رہے اور جو نکمی نکلی تو سارے عمل غارت گئے۔ ان دونوں روایتوں کو طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند لا باس بہ ہے۔ معلوم ہوا کہ سارے اعمال کا قبول ہونا نماز کی قبولیت پر موقوف ہے۔ نماز کی قبولیت فحش و منکر کام سے بچنے پر موقوف ہے۔ اب ہر نمازی اپنی نماز کو دیکھے کہ اس نے نماز پڑھ کر کیا کام کیا۔ اگر اچھے شغل میں رہا تو خیر! اور جو برے شغل میں رہا تو یہی نماز اس کے لئے گلے کا ہار ہو جاوے گی۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس کی نماز نہ ہوئی جس نے طہارت نہ کی۔ اُس کا دین نہیں جس نے نماز نہیں پڑھی۔ نماز دین میں ایسی ہی ہے جیسے سر بدن پر۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر۔

حدیث ابو ہریرہؓ میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اقرار کرو مجھ سے چھ باتوں کا میں ذمہ دار ہوتا ہوں تمھارے لئے بہشت کا۔ پوچھا کون باتیں؟ فرمایا نماز، زکوٰۃ، امانت، فرج، بطن، زبان۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ منذری نے کہا اس کی سند لا باس بہ ہے۔

ان چھیوں چیزوں میں سب سے پہلے نام نماز کا لیا۔ اس لئے کہ بدون نماز کے کوئی آدمی مسلمان نہیں رہتا ہے۔ قصداً نماز ترک کرنے سے کافر، واجب القتل ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا بھی یہی حکم ہے کہ منکر و تارک اس کا عمداً کافر ہو جاتا ہے۔ رہی امانت وغیرہ، اس کا ذکر جو ہمراہ نماز و زکوٰۃ کے کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان گناہوں سے بچنا بھی فرض ہے۔ امانت میں خیانت نہ کرے۔ ایک خیانت یہ بھی ہے کہ بیوی شوہر سے چھپ کر ناجنس مردوں کا ذکر سنے۔ اجنبی عورتوں سے میل جول رکھے۔ گانا بجانا کرے۔

فرج کے گناہ بہت ہیں، جیسے مساحقت، لواطت، وطی فی الدبر، اغلام کرنا، مساس کرنا، شرمگاہ غیر کا چھونا۔ پیٹ کے گناہ بھی بہت ہیں، جیسے مال حرام کھانا، طعام و شراب

حرام استعمال کرنا، بھوک سے زیادہ کھا جانا، قوت باہ کے لئے ایسی دوا کھانا جس میں کوئی حرام شئے ملی ہوئی ہو۔ بھنگ، گانجا، افیون، وغیرہ کا خوگر ہونا، شراب پینا، نشے کی چیز کھانا۔ زبان کے گناہ بھی بہت ہیں۔ سب سے بد تر غیبت کرنا، تبرّا کرنا، گالی بکنا، کوسنا، جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، شوہر سے بد زبانی کرنا، لعن وطعن کا وظیفہ رکھنا۔ سو جو کوئی ان کاموں کا ذمہ دار ہو فعلاً و ترکاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے بہشت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ بڑی بدنصیبی ہے کہ ایسا پیغمبر صادق ذمہ دار بہشت کا ہو! اور ہم پھر راہ پر نہ آویں۔ جان بوجھ کر دوزخ اختیار کریں۔

حدیث ابن عمرو میں نماز کو افضل اعمال فرمایا ہے۔ تین باریوں ہی کہا۔ چوتھی بار میں نام جہاد کا لیا ہے۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ۔ معلوم ہوا نماز جہاد سے بھی افضل ہے۔ درجہ میں بگنی فضیلت رکھتی ہے۔ حدیث ثوبان میں نماز کو بہترین اعمال ارشاد کیا ہے۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطہما ورواہ ابن حبان والطبرانی فی الاوسط ایضاً۔

حنظلہؓ کہتے ہیں رسولِ خدا نے فرمایا ہے جس نے حفاظت کی پانچوں نماز پر، رکوع پر، سجدہ پر وقت نماز پر، پھر اس کو حق جانا تو وہ بہشت میں جائے گا۔ یا بہشت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ یا یوں فرمایا کہ جہنم اس پر حرام ہو گئی۔ رواہ احمد باسناد جید ورواتہ رواۃ الصحیح۔ حدیث عثمان کا لفظ یوں ہے:۔ جس نے جانا کہ نماز حق ہے، فرض ہے، واجب ہے کہ وہ بہشت میں جاوے گا۔ رواہ ابو یعلی وابن احمد فی زوائد المسند۔ یہ بات وہی شخص جانتا ہے جو نماز پڑھتا ہے اور اچھی طرح پڑھتا ہے۔ جو نہیں پڑھتا یا بے وقت دیر لگا کر پڑھتا ہے، یا کبھی پڑھتا ہے کبھی اُڑا جاتا ہے، یا فقط رمضان یا عیدین میں پڑھ لیتا ہے، وہ لائق جنت کے نہیں ہو سکتا۔

حدیث شریف میں تاکید رکوع، سجود، خشوع خضوع کی ترغیب نماز پڑھنے کی اوّل وقت میں بہت شدومد سے آئی ہے۔ ترکِ جماعت پر وعید سخت فرمائی ہے۔ کثرت ثواب کا ذکر کیا ہے۔

جنگل میں نماز پڑھنے کو جماعت پر بھی فضیلت دی ہے۔ لفظ حدیث کا یہ ہے کہ صلاۃ الرجل فی الفلاۃ تضاعف علی صلاتہ فی الجماعۃ۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے ابو سعید خدری سے

مرفوعًا نقل کیا ہے۔ حاکم نے کہا۔ یہ حدیث شرط شیخین پر ہے۔ ابن حبان کا لفظ اس جگہ یوں ہے۔
فان صلاتہا بارض فی تمامۃ رکوعہا وسجودہا تکتب صلاتہ بخمسین درجۃ۔
فی کے معنی ہیں فلاۃ۔ فلاۃ کے معنی ہیں صحرا۔ جو لوگ، کھیتی کرتے ہیں، یا باغبان ہیں، یا جانور چراتے ہیں، یا سفر میں رہتے ہیں، ان کو اکثر اتفاق نماز پڑھنے کا جنگل جھاڑی میں ہوتا ہے۔
اُن کو اس نماز کا ثواب پچاس درجہ بڑھ کر ملتا ہے۔ یعنی تنہا نماز پہ! پھر اگر کہیں یہ نماز وہاں جماعت سے مل گئی، تو پھر کیا پوچھنا۔ پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔

سلمان فارسیؓ کی حدیث میں مرفوعًا یہ بھی آیا ہے کہ جب آدمی جنگل میں ہو، نماز کا وقت آوے تو وضو کرے۔ پانی نہ ملے تو تیمم کرلے۔ اقامت کہہ کر نماز پڑھے؛ دو فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ اگر اذان واقامت دونوں کو کہا، تو پھر ایک ایسا لشکر اُس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، جس کو اُس کی آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ (رواہ عبدالرزاق)

حدیث عقبہ بن عامر میں مرفوعًا آیا ہے: اللہ تعالیٰ تعجب کرتا ہے بکری چرانے والے سے کسی پہاڑ کی گھاٹی میں، کہ اذان دے کر نماز پڑھتا ہے۔ فرماتا ہے دیکھو میرے اس بندے کو! اس نے اذان دی، اقامت کہی، نماز پڑھی، مجھ سے ڈرتا ہے، میں نے اس بندے کو بخش دیا۔ بہشت میں داخل کیا۔ (رواہ ابو داؤد والنسائی) **فائدہ**: نماز نفل کا پڑھنا گھر پر افضل ہے! مسجد میں پڑھنے سے۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم کچھ نماز اپنے گھروں میں بھی پڑھا کرو! گھروں کو قبر نہ بناؤ۔ اس کو بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی نے روایت کیا ہے۔

ابن مسعودؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سی نماز افضل ہے میرے گھر میں یا مسجد میں؟ فرمایا تو نہیں دیکھتا میرے گھر کو! کہ کتنا نزدیک ہے مسجد سے، سو مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ تر محبوب ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے مگر یہ کہ نماز فرض ہو۔ (رواہ احمد وابن ماجہ وابن خزیمہ فی صحیحہ) معلوم ہوا کہ سوا فرض کے باقی نماز سنت ہو یا نفل اس کو گھر ہی میں پڑھنے جہ میں نہ پڑھے۔ سنت کی فضیلت کیوں چھوڑ اللہ تعالیٰ گھر بیٹھے اجر دے تو باہر کیوں جاوے۔

ایک حدیث میں ایک صحابی سے مرفوعًا یوں بھی آیا ہے کہ گھر کی نماز باہر کی نماز سے جس کو لوگ دیکھتے ہیں اتنی بہتر ہے جتنی فرض نماز نفل نماز سے۔ (رواہ البیہقی واسنادہ جید)
اس سلسلے میں اور بھی بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ یہاں تک کہ اہلِ علم نے کہا ہے کہ نماز نفل گھر کے اندر پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ مسجد مدینہ، مسجد الحرام وغیرہما میں پڑھے۔ دلیل اس کی یہی حدیثیں ہیں مگر اکثر لوگ تعمیل اس حکم کی نہیں کرتے۔ اس نعمت کی قدر نہیں جانتے۔

فائدہ: عورتوں کو تاکید فرمائی ہے کہ جہاں تک ہو سکے نماز گھر ہی پڑھیں باہر نہ نکلیں۔

ابو حمید ساعدیؓ کی بیوی نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا دوست رکھتی ہوں۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایسا ہی چاہتی ہے، مگر تیری نماز تیرے گھر میں، بہتر ہے تیری نماز سے تیرے حجرے میں۔ تیری نماز تیرے حجرے میں، بہتر ہے تیری نماز سے تیرے گھر میں۔ تیری نماز تیرے گھر میں، بہتر ہے تیری نماز سے تیری قوم کی مسجد میں۔ تیری نماز تیری قوم کی مسجد میں، بہتر ہے تیری نماز سے میری مسجد میں۔ راوی نے کہا اس پر بی بی صاحبہ مذکور نے ایک مسجد اپنے گھر کے کونے میں بنائی، اندھیری کالی۔ پھر مرتے دم تک اُسی کے اندر نماز پڑھی۔ اس کو احمد و ابن خزیمہ نے اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ابن خزیمہ نے ترجمۃ الباب میں یہ لکھا ہے۔ باب اختیار صلوٰۃ المرءۃ فی حجرتھا علی صلاتھا فی دارھا. وصلاتھا فی مسجد قومھا علی صلاتھا فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان کانت صلوٰۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعدل الف صلوٰۃ فی غیرہ من المساجد۔ یعنی عورت کا نماز پڑھنا گھر میں بہتر ہے اس سے کہ مسجد قوم یا مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھے۔ گو مسجد مدینہ میں ایک نماز برابر ہزار نماز کے ہوتی ہے۔ یعنی یہ نسبت اور مسجدوں کے۔ پھر یہ کہا کہ حضرت نے جو یہ فرمایا ہے کہ نماز میری مسجد میں ہزار نماز سے بہتر ہے، مُراد اس سے مردوں کی نماز ہے، نہ عورتوں کی۔

اُمّ سلمہ کہتی ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بہتر مسجدیں واسطے

عورتوں کے، ان کے گھر کے کونے، وتہ خانے ہیں۔ اس کو احمد و طبرانی نے کبیر میں، ابن خزیمہ نے صحیح میں روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ انھیں کی دوسری حدیث میں یوں آیا ہے کہ عورت کی حجرے کی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو اپنے گھر میں پڑھے۔ گھر کی نماز بہتر ہے باہر کی نماز سے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید) ابن عمرؓ نے کہا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورت ستر ہے جب گھر سے باہر نکلتی ہے، اس کے سامنے شیطان آتا ہے۔ وہ خدا سے زیادہ تر نزدیک اُسی وقت ہوتی ہے جب گھر کی گھر ہی میں ہو۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے۔ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

ابن مسعودؓ کا لفظ مرفوع یہ ہے کہ نماز عورت کی اندر گھر کے بہتر ہے اس نماز سے جو اپنے حجرے میں پڑھے۔ نماز اس کی اندر تہ خانے یا بخاری کے بہتر ہے اُس نماز سے جو گھر میں پڑھے۔ (رواہ ابو داؤد)

انھیں کی دوسری حدیث مرفوع میں یوں آیا ہے: ما صلت امرأۃ من صلوٰۃ احب الی اللہ من اشدِ مکانٍ فی بیتھا ظلمۃً رواہ الطبرانی فی الکبیر و رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ۔ یعنی بہت پسندیدہ نماز عورت کی وہ ہے جو بہت اندھیری جگہ پر پڑھے۔

تیسری روایت اس لفظ سے آتی ہے کہ عورت ستر ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے، اس کو کچھ ڈر نہیں ہوتا۔ شیطان اُس کے سامنے آتا ہے، کہتا ہے: تیرا گذر جس کسی پر ہوگا تو اس کو اچھی لگے گی۔ عورت جب کپڑے پہنتی ہے، یعنی بناؤ کرتی ہے، تو شیطان اس سے یہ کہتا ہے، تو اب کدھر جاوے گی؟ وہ کہتی ہے: میں بیمار پرسی کو یا نماز جنازہ پڑھنے کو یا مسجد میں نماز ادا کرنے کو جاتی ہوں۔ حالانکہ کوئی عبادت عورت کی اس سے بہتر نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر عبادت کرے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت گھر سے باہر بدون کسی ایسی شدید ضرورت کے نہ نکلے۔ یا جو دوسرے سے نہیں ہو سکتی۔ سو ایسی ضرورت اتفاقاً ہی پیش آتی ہے۔ ورنہ سب کام بذریعہ آدمی کے ہو سکتا ہے۔ گو یہ نکلنا اس کا واسطے حق اللہ یا حق العباد ہی کے کیوں نہ ہو۔ حق اللہ یعنی مسجد میں جا کر نماز پڑھنا، حق العبد جیسے عیادتِ مریض

کے لئے جانا۔ اکثر عورتیں عیادت کے لئے برادری میں بار بار دوڑتی ہیں۔ بھائی بندوں سے پردہ نہیں کرتیں، حالانکہ عیادت ایک بار کرنا کافی ہوتا ہے۔ سو جب اس طرح پر بھی نکلنا عورت کا ٹھیک نہ ٹھہرا تو باغوں کی سیر، بازاروں کا چکر، گلی کوچے میں پھرنا، ملکوں ملکوں کا سفر کرنا، گو پردے ہی سے کیوں نہ ہو، کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ یہ تو سخت گناہ ہے بلکہ درحقیقت یہ بے پردگی ہے۔

ایسی عورتوں کے دل سے شوق گانے بجانے، ناچنے، نچوانے، فسق و فجور کی باتیں کرنے، سننے کا کسی طرح نہیں جاتا۔ نہ اجنبی، فاسق عورتوں، کسبیوں کی ہم نشینی ان سے چھوٹتی ہے۔ حالانکہ یہ عورتیں اجنبی مرد سے بھی بدتر ہیں۔ ان کے سامنے آنا ویسے ہی حرام ہے، جیسے غیر محرم مرد کے سامنے آنا۔ اس مقدمے میں علاوہ مستورات کے، اکثر شرفا مرد بھی تساہل کر جاتے ہیں۔ سو یہ بات بالکل منکر شرعی ہے۔ اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ سب سے زیادہ جہنم میں یہی عورتیں ہوں گی۔ عبداللہ نے دیکھا کہ کچھ عورتیں دن جمعہ کے مسجد سے باہر نکل رہی ہیں۔ کہا، تم اپنے گھروں کو جاؤ۔ وہ تمھارے لئے اس مسجد سے زیادہ بہتر ہیں (رواہ الطبرانی فی الکبیر ولا بأس) معلوم ہوا کہ گو عورت کو نکل کر مسجد میں نماز پڑھ لینا پچھلی صف میں جائز ہے۔ نہ فرض، نہ واجب! مگر بہتر یہ ہے کہ مسجد میں بھی نہ آوے۔ جمعہ مسجد میں نہ جاوے۔ جمعہ تو اس پر اوّل ہی سے واجب نہیں ہے۔ بلکہ گھر میں بھی ایسی جگہ نماز پڑھے! جو اندھیری اور گہری جگہ ہو۔ مطلب یہ کہ غیر محرم کی ہوا بھی لگنے نہ پاوے۔ دیکھنا دکھانا کیسا۔

ہاں نماز عیدگاہ میں اتنا آیا ہے کہ علیحدہ ہو کر شریکِ دعا ہوں۔ لیکن اگر کوئی عیدگاہ میں بھی نہ جاوے، تو کچھ گناہ یا ملامت بھی اس پر نہیں ہے۔ علاوہ اس کے یہ جانا سال بھر میں ایک دو بار کا ہے۔ مسجد میں جانا، یا عیادت کے لئے دوڑتے پھرتا، بار بار بلا کسی ضرورت اشد کے گھر سے باہر نکلنا، یہ تو کسی طرح درست نہیں ہے۔ یہ بھی تو عبادت ہی ہے کہ حال مریض کا دریافت کر لیا جائے۔ جانے پر کیا اٹکا ہے۔ بلکہ خود مرد کے لئے بھی ایک دو بار

سے زیادہ عیادت کرنا سنّت نہیں ہے۔

عیادت میں لحظہ دو لحظہ سے زیادہ ٹھہرنا بھی خلاف سنّت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنے گھر میں اپنا کوئی عزیز بیمار ہو، اس کی دوا دارو کرے، تیمارداری بجا لائے، یہ عیادت نہیں ہے، بلکہ خدمتِ مریض ہے۔ اس کا ثواب الگ ہے۔ خصوصًا عورت پر خدمت شوہر کی کرنا، اُس کی بیماری میں موکد تر ہے۔ اس لیے کہ اس کا حق سب رشتہ داروں سے زیادہ ہے۔

ابن مسعودؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: نماز پڑھنا وقت پر۔ متفق علیہ۔ یہ فضیلت ہمیشہ عورتوں سے فوت ہوتی ہے۔ فضیلت کیسی۔ بڑے بڑے علمار کی بیویاں نماز نہیں پڑھتیں۔ جو پڑھتی ہیں وہ بے وقت پڑھتی ہیں۔ جس طرح منافق کی نماز کہ جب وقت اخیر ہو گیا، یا جانے لگا، تو اٹھ کر دو چار ٹکریں لگا لیں۔ پھر جو نماز بوجہ غسل جنابت یا حیض یا نفاس کے قضا ہو جاتی ہے، اس کو تو کوئی عورت بھی شاید ادا نہ کرتی ہو گی، قضائے عمری کا کیا ذکر ہے۔ قضار عمری کے لئے اگرچہ کوئی دلیل خاص نہیں آئی ہے، مگر نہ پڑھنے سے پڑھ لینا اچھا ہی ہے، کچھ برا نہیں ہے۔ تم قضا، عمری کو جانے دو۔ توبہ کر ڈالو۔ شاید اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ کہیں زمانۂ حال و استقبال ہی کی نماز کا اہتمام رکھو۔ اعتبار ہر عمل کا خاتمے پر ہے۔ اگر خاتمہ ایسی حالت میں ہو گا کہ تم نمازی ہو گے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوزخ سے نجات بخشے گا۔

فائدہ: جابرؓ کی حدیث میں مرفوعًا آیا ہے فرق درمیان بندے اور کفر کے ترک کرنا نماز کا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ یعنی اگر نماز پڑھتا ہے، مسلمان ہے۔ اگر نہیں پڑھتا ہے، تو کافر ہے۔ گو کلمہ گو ہوا کرے۔

دوسری حدیث بریدہ میں یوں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ عہد جو درمیان ہمارے اور ان کے ہے نماز ہے۔ جس نے نماز کو چھوڑا وہ کافر ہوا۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ) کافر ہو جانے میں تارک نماز کے بہت حدیثیں آئی ہیں۔ محدثین کا

یہی مذہب ہے۔ فقہا ان حدیثوں کی تاویلیں کرتے ہیں۔ مگر قول اوّل موافق ظاہر سنت صحیحہ کے ہے۔

حافظ ابن القیمؒ نے اس مقدمے میں ایک کتاب مستقل لکھی ہے جس کا نام کتاب الصلوٰۃ ہے۔ اس کتاب میں بے گنتی دلیلوں سے کفر تارک نماز کا عمداً ثابت کیا ہے۔ فقہا کی تاویل کا خوب ہی استیصال کیا ہے۔ جب ایسا آدمی کافر ہوا تو اس لائق ہی نہ ہوا کہ اس پر نماز جنازے کی پڑھی جاوے یا مقابر مسلمین میں دفن کیا جاوے۔ بلکہ اس سے یہ کہیں گے کہ نماز پڑھ۔ اگر اس نے توبہ کی، نماز پڑھی تو خیر ورنہ فی الفور قتل کیا جاوے۔ جس طرح مرتد قتل کیا جاتا ہے۔ جب تک خلافت اسلام کی تھی یہی قاعدہ جاری تھا۔ جب سے اسلام جاتا رہا، مسلمان غریب ہو گئے، سارے قاعدے دین کے مٹ گئے، اب کسی کی نماز نہ پڑھنے سے پیشانی پر بل بھی نہیں پڑتا۔ إنّا للہ۔

ابن عمرو بن العاصؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جس نے محافظت کی نماز کی اس کے لئے نور ہو گا۔ دلیل و نجات ہوگی دن قیامت کے۔ جس نے محافظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہو گا نہ دلیل اور نہ نجات ہوگی۔ وہ اُس دن ہمراہ قارون و فرعون و ہامان و ابی بن خلف کے ہو گا۔ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی) یہ حدیث بھی دلیل صریح ہے اس بات پر کہ بے نماز کافر ہے۔ اگر کافر نہ ہوتا تو حشر اس کا کافروں کے ساتھ کیوں قرار پاتا۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ اصحاب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہ جانتے تھے مگر نماز کو۔ (رواہ الترمذی) یعنی جس نے نماز ترک کی اس کو کافر سمجھتے تھے۔

ابو الدرداء کا لفظ یہ ہے کہ وصیت کی مجھ کو میرے دوست یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی کہ شریک نہ کرنا تو ساتھ خدا کے کسی کو اگرچہ تیرے ٹکڑے کیوں نہ کئے جاویں یا تو آگ میں جلایا کیوں نہ جاوے۔ نماز فرض کو دیدہ ودانستہ نہ چھوڑنا! جس نے اس کو ترک کیا اللہ کا ذمہ اُس سے بری ہو گیا۔ شراب نہ پینا کہ یہ کنجی ہے ہر بدی کی۔ (رواہ ابن ماجہ)

حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ میں مرفوعاً آیا ہے۔ حکم کرو اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا سات برس کی عمر میں۔ مارو ان کو نماز نہ پڑھنے پر دس برس کی عمر میں۔ جدا سُلاؤ ان کو اپنے بستر سے (رواہ ابوداؤد)

یہ حد ہے واسطے نماز پڑھوانے کے لڑکا ہو یا لڑکی۔ اس کے بعد جب بچہ بالغ ہو گیا تو پھر خود ہی اُس پر نماز فرض ہو جاتی ہے۔ اگر اس وقت بھی نہ پڑھے گا تو کافر رہے گا۔

فائدہ: نمازی کے لئے پاک ہونا کپڑے، بدن، جگہ کا نجاست سے واجب ہے۔ ننگا نہ ہو، ریشمی کپڑا نہ ہو، جامۂ شہرت، جامۂ غصب بھی نہ ہو۔ قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ کپڑے کو سارے بدن پر اس طرح نہ گھیرے کہ کوئی عضو باہر نہ ہو۔ پاجامہ ٹخنے سے نیچے نہ لٹکاوے۔ کپڑے کو سر یا کندھے پر ڈال کر دامن وغیرہ چھوڑ کر نماز نہ پڑھے۔ دامن کو کمر میں نہ کھونسے۔

نماز بے نیت کے نہیں ہوتی ہے۔ سارے ارکان نماز کے فرض ہیں۔ مگر بیچ کی التحیات میں بیٹھنا یا جلسہ استراحت کرنا۔ اذکار نماز میں کوئی ذکر واجب نہیں ہے مگر تکبیر تحریمہ اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں، اگرچہ مقتدی ہو۔ پھر تشہد اخیر کرنا۔ پھر سلام پھیرنا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب سنت ہے۔ جیسے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا چار جگہ: وقت تکبیر تحریمہ کے، وقت رکوع کے، پھر رکوع سے سر اٹھاتے وقت، پھر تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے وقت۔ دونوں ہاتھ کان یا کندھے تک اُٹھا دے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ آخر تک پڑھے اَعُوْذُ الخ کہے۔ آمین پکارے۔ کسی سورت کو فاتحہ کے ساتھ ملا لیوے۔ جو ذکر جس رکن میں آیا ہے وہ پڑھے۔ تشہد اوسط بھی پڑھے۔ آخر نماز میں بعد تشہد و درود کے دعا ماثور وغیر ماثور جو جی چاہے کرے۔

فائدہ: اوّل وقت نماز ظہر کا زوال آفتاب ہے۔ آخر وقت وہ ہے کہ سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے سوا سایۂ زوال کے ہو جاوے۔ یہ اوّل وقت نماز عصر کا ہے۔ جب تک

کا ڈوبنا سورج کا ہے۔ آخر وقت اس کا وہ ہے کہ سرخی شفق کی جاتی رہے۔ یہ اوّل وقت ہے عشار کا۔ آخر وقت اس کا آدھی رات تک ہے۔ اوّل وقت فجر کا وہ ہے کہ صبح پھٹ جاوے۔ آخر وقت وہ ہے کہ سورج نکل آوے۔ جو شخص نماز بھول گیا، یا سو گیا ہے، اس کا وقت وہی ہے کہ جس وقت سو کر اُٹھے یا یاد آوے۔ یہ نماز اس کی ادا ہے قضا نہیں۔ ہاں اگر بمجرد اٹھنے یا یاد آنے کے نماز نہ پڑھے، تو یہ نماز گویا عمداً ترک کی۔

معذور نے جب ایک رکعت نماز پالی تو اُس کی نماز ہوگئی۔ نماز وقت پر پڑھنا فرض ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا[۱] بلا عذر جمع کرنا دو نماز یا زیادہ نماز کا درست نہیں ہے۔ عُذر جیسے سفر یا مرض۔ بعض کے نزدیک مرض بھی عذر نہیں ہے۔ جس کی طہارت میں بسبب بیماری کے نقصان رہتا ہے یا وہ تیمم کرتا ہے تو وہ بھی مثل تندرست باوضو کے ہر نماز وقت ہی پر پڑھے۔ دیر نہ کرے۔

تین وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بعد صبح کے جب تک کہ سورج اونچا نہ ہو، سورج ڈھلتے وقت، سورج ڈوبتے وقت۔ نماز بات کرنے سے یا ایسے کام میں مشغول ہونے سے جو جنس نماز سے نہیں ہے، یا کسی شرط یا رکن کے عمداً ترک کرنے سے جاتی رہتی ہے۔ نماز کھڑے، بیٹھے، لیٹے، اشارے سے درست ہے۔ جس طرح ہو سکے اسی طرح پڑھے۔ بچے، دیوانے، سوتے، بے ہوش پر نماز واجب نہیں ہے۔ نہ عورت پر حیض و نفاس میں۔

فائدہ: ظہر سے پہلے چار، پیچھے دو، عصر سے پہلے چار، مغرب کے بعد دو، صبح سے پہلے دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔ تہجد تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں ہوتا ہے۔ وتر کی ایک رکعت ہے۔ پانچ، سات، نو رکعت، بھی آئی ہیں۔ تین رکعت کی حدیث سخت ضعیف ہے۔ اگر پڑھے تو بیچ میں بعد دو رکعت کے التحیات کے لئے نہ بیٹھے۔ آخر میں تشہد کرے، سلام پھیرے، وتر ہوگیا۔ اوّل شب میں وتر بعد عشار کے اس کے لیے ہے جس کو تہجد پڑھنا نہیں ہے۔ ورنہ بہتر

---

[۱] اَلنّساء ۱۰۳ ترجمہ: یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقرر پر فرض ہے۔

یہ ہے کہ وتر بعد تہجد کے پڑھے۔ جہاں تک ہو سکے نماز تہجد نہ چھوڑے۔ اس نماز کی فضیلت حق میں امت کے بے حد و بے حساب ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نماز واجب تھی۔ ہمارے لئے سنتِ موکدہ ہے۔

تحیۃ المسجد کی دو رکعت واجب ہیں۔ ہر اذان و اقامت کے بیچ میں یہی دو رکعت ثابت ہیں۔ اسی طرح نماز اشراق، چاشت، استخارہ، کسوف، خسوف، استسقا، عیدین وغیرہ بھی مسنون ہیں۔ نمازِ جماعت سنت موکدہ ہے۔ جماعت دو آدمیوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ خواہ نماز جمعہ کی ہو یا اور کوئی نماز۔ مگر جتنے لوگ زیادہ ہوں گے، اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ عورت اگر عورتوں کی امام بنے، تو صف کے بیچ میں کھڑی ہو۔

جمعہ کی نماز عورت، غلام، مسافر، بیمار پر فرض نہیں۔ یہ نماز برابر نماز پنجگانہ کے ہے۔ بلا فرق اس میں فقط دو خطبے زیادہ ہیں۔ اس کا وقت وہی ظہر کا وقت ہے۔ مگر امام احمد کے نزدیک زوال سے پہلے ہی درست ہے۔ یہ خصوصیت ہے یوم الجمعہ کی۔ سفر میں قصر کرنا نماز کا واجب ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ جمع کرنا دو نماز کا تقدیمًا تاخیرًا جائز بلکہ مسنون ہے۔ سفر کی کچھ حد نہیں ہے۔ جب گھر سے باہر نکلا، گو ایک ہی منزل ہو مسافر ہو گیا۔ جس شہر میں چار دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے، تو نماز پوری پڑھے۔ تردد میں اگر بیس دن تک رہے گا تو قصر ہی کرے گا۔ یہ مسائل نماز کے موافق سنت صحیحہ کے لکھے گئے ہیں۔ ہر مرد عورت کو اس کی سخت پابندی چاہیئے۔

فصل بیان میں روزے کے

حدیث ابو ہریرہؓ میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب رمضان آتا ہے، بہشت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ شیطان کو قید کردیا جاتا ہے۔ متفق علیہ۔

ایک دروازہ کا نام ریّان ہے۔ اس دروازے سے روزہ دار ہی بہشت میں جاویں گے یہ مضمون حدیث سہل بن سعد میں آیا ہے۔ حدیث مذکور متفق علیہ ہے۔ ہر نیکی کا اجر دس گُنا ہوتا ہے، سات سو گنی تک، مگر روزہ کہ وہ خدا ہی کے لئے ہے، وہی اس کی جزا دے گا۔ متفق علیہ من حدیث ابی ہریرہ۔ معلوم ہوا کہ روزے کا اجر بے حساب ہے۔ سات سو چند سے بھی زیادہ ہے۔ زیادہ بھی کیا جس کی کچھ حد ہی ہم کو نہیں بتائی۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ[1] ؕ روزہ بھی مثل نماز کے فرض عین ہے۔ جو حکم تارک نماز کا عمداً ہے وہی حکم اس کا بھی ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے جھوٹ بات کہنا نہ چھوڑا، اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

(رواہ البخاری)

دوسری روایت میں اتنا اور آیا ہے کہ تم میں سے جس کا روزہ ہو وہ بے حیائی نہ کرے، گپ شپ نہ لگا دے۔ اگر کوئی اُس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے کہ میرا

---

[1] السجدۃ ۱۷ ترجمہ: پس ۱۱ لوگوں کے لئے ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے جس کو کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ یہ سب کچھ ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ہوگا۔

روزہ ہے۔ اس کو بھی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے، بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ روزہ رکھنا آدھا صبر ہے۔ لیلۃ القدر میں جاگنا، عبادت کرنا، بڑا اجر رکھتا ہے۔ رمضان میں قیام کرنے کا بڑا ثواب ہے۔ سارے اگلے گناہ صغیرہ مٹ جاتے ہیں۔

عورت کو نفل روزہ رکھنا بدون اجازت شوہر کے جائز نہیں ہے۔ حدیث ابوہریرہ میں آیا ہے: جس عورت نے بغیر اذن شوہر کے روزہ رکھا۔ پھر شوہر نے اس سے ارادہ کسی بات کا کیا، اس نے نہ مانا! تو اس پر تین گناہ کبیرہ لکھے جاتے ہیں (رواہ الطبرانی فی الاوسط) یہ حدیث غریب ہے۔

سفر میں افطار عزیمت ہے۔ جس کو قوت ہو اس کے لئے رخصت ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ باوجود قدرت کے بھی نہ رکھے۔

حدیث عمار بن یاسر میں آیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ کچھ نیکی نہیں ہے کہ تم سفر میں بھی روزہ رکھو۔ اللہ نے تم کو رخصت دی ہے۔ تم اس رخصت کو قبول کرو۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

افطار میں جلدی کرنا۔ سحری کھانے میں دیر کرنا مسنون ہے۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ روزہ افطار کرانے کا بھی بڑا اجر ہے۔ حدیث زید بن خالد جہنی میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے افطار کرایا کسی روزہ دار کو، اُس کو اجر ہے برابر روزہ دار کے بدون اس کے کہ اجر اس صائم کا کم ہو۔ اس کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ اس سے بڑھ کر بھی اور بہت حدیثیں اس کی فضیلت میں آئی ہیں۔ خدا کی رحمت کا کچھ شمار نہیں ہو سکتا۔ عطاؤہ حمد و فضلہ واسع۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ روزہ سپر ہے یعنی آگ دوزخ سے بچاتا ہے، جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (رواہ النسائی عن ابی عبیدہ باسناد حسن وابن خزیمہ فی صحیحہ والبیہقی)

پھاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کام روزے میں کرنا منع ہیں وہ نہ کرے۔ اگر کرے گا تو گویا روزہ

کو پھاڑ ڈالا۔ اب روزے کا کچھ اجر نہ ملے گا۔ طبرانی نے اوسط میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ پھاڑنا اس کا کذب و غیبت سے ہوتا ہے۔

حدیث ابوہریرہ کا لفظ یہ ہے کہ روزہ کچھ کھانے پینے سے نہیں ہوتا ہے۔ روزہ تو لغو و رفث سے ہوتا ہے۔ یعنی بے ہودہ بات، بے حیائی بے شرمی کا کام نہ کرے۔ تجھ کو اگر کوئی گالی دے، یا تجھ سے اُلجھے، تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس کو ابن خزیمہ، ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے اس کو شرط مسلم پر بتایا ہے۔

دوسری روایت میں ابوہریرہؓ سے یوں آیا ہے: بہت روزہ دار ہیں جن کو روزے سے سوا بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بہت قائم ہیں جن کو قیام سے سوا جاگنے کے کچھ فائدہ نہیں ملتا۔ (رواہ ابن ماجہ واللفظ لہٗ والنسائی وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علیٰ شرط البخاری) لفظ ان دونوں کا یہ ہے کہ بہت روزہ دار ہیں جن کا حظ روزے سے یہی بھوک پیاس ہے۔ بہت رات کے کھڑے ہونے والے ہیں جن کا حصہ اس قیام سے یہی جاگنا نیند کا کھونا۔ یہ مضمون بہت حدیثوں میں آیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس نے روزہ رکھا پھر لغو و لہو و لعب و کذب و غیبت و نمیمہ و رفث و فسق و فجور وغیرہ امور منکر کو نہ چھوڑا، بری باتوں، برے کاموں سے نہ بچا تو اس کا روزہ مقبول نہیں ہے۔ وہ بے فائدہ بھوکا پیاسا رہا۔ اسی طرح جس نے رات عبادت میں بسر کی، مگر بُری باتوں سے نہ بچا تو وہ عبادت اس کی قبول نہ ہوگی۔ ناحق نیند کو کھو کر ساری رات جاگتا رہا۔

ہم سے دل مُردہ اگر رات کو جاگے تو کیا
چشم بیدار تو ہے پر دل بیدار نہیں

فائدہ: حدیث ابوہریرہ میں مرفوعاً آیا ہے کہ جس نے افطار کیا ایک دن رمضان میں، بدون کسی رخصت و مرض کے تو سارے زمانے کا روزہ رکھنا بھی اس کا عوض نہیں ہو سکتا۔ (رواہ الترمذی واللفظ لہٗ وابوداود والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ فی صحیحہ والبیہقی) معلوم ہوا کہ بے وجہ روزہ ترک کرنے کا بڑا گناہ ہے۔

حدیث ابوامامہ کا لفظ یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں سوتا تھا۔ دو آدمی آئے مجھ کو ایک سخت پہاڑ پر لے گئے۔ وہاں میں نے ایک قوم دیکھی کہ جن کو اُلٹے سر پاؤں کے بل لٹکایا ہے، اُن کی باچھیں پھٹی ہوئی ہیں، ان میں سے خون بہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہا وہ لوگ ہیں جو روزہ کھولنے کے وقت سے پہلے افطار کر بیٹھتے ہیں۔ (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہا)

ابن عباسؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: رسّی اسلام کی قاعدہ دین کا تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جس نے ایک کام کو بھی ان میں سے ترک کیا، وہ کافر حلال الدم ہے۔ ایک ہی لآ الٰہ الاّ اللہ کی یعنی مع محمد رسول اللہ۔ دوسری نماز فرض۔ تیسرے روزہ رمضان کا (رواہ ابو یعلی باسناد حسن)

دوسری روایت کا لفظ اس طرح پر ہے: جس نے ترک کیا ایک کو بھی ان میں سے وہ کافر ہے ساتھ خدا کے۔ قبول نہیں فرض اس کا، اور نہ نفل۔ اس کا خون و مال حلال ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح ترک نماز سے عمداً کفر آجاتا ہے، اسی طرح آدمی ترکِ صوم سے عمداً بلا عذر کافر ہو جاتا ہے۔

فائدہ: رمضان شریف کا روزہ تو فرض عین ہے۔ اس کے سوا نفل صوم اور بھی بہت ہیں۔ جیسے چھ روزے ماہ شوال کے۔ اس کو حدیث مرفوع ابو ایوب میں برابر صیام دہر کے رکھا ہے۔ (رواہ مسلم و اہل السنن والطبرانی) یا جیسے روزہ عرفہ کا اس شخص کے لئے جو عرفہ میں موجود نہ ہو۔ یہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ یہ مضمون حدیث ابو قتادہ میں نزدیک مسلم کے آیا ہے۔ تو روزہ ذی الحجہ کی بھی بہت فضیلت آئی ہے۔ یا جیسے روزہ محرم کا، اس کو بعد رمضان کے افضل صیام فرمایا ہے۔ ہر ایک دن کا روزہ محرم میں برابر تیس روزے کے ہوتا ہے۔ (رواہ الطبرانی عن ابن عباس مرفوعاً واسنادہ لا باس بہ)

یا جیسے روزہ عاشورے کا کہ یہ ایک سال کا کفارہ ہے اس کو مسلم نے ابو قتادہؓ سے روایت کیا ہے۔ یا جیسے روزے ماہ شعبان کے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس

مہینے میں بہت روزے رکھتے تھے۔ فرماتے: اس مہینے میں اعمال طرف خدا کے مرفوع ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل جاوے تو میں روزہ دار ہوں۔ اس کو نسائی نے اسامہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ یا جیسے تین روزے ہر مہینے کے ان کو ایام بیض کہتے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہؓ کو وصیت کی تھی کہ ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرو۔ (رواہ مسلم عنہ) یہ تین روزے برابر صوم دہر کے ہیں۔ گو یا جس نے یہ روزے رکھے اُس نے ساری عمر روزہ رکھا۔

یا جیسے روزہ پیر یا جمعرات کا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس دن روزہ رکھتے، فرماتے کہ آج کے دن اعمال عرض کئے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل عرض کیا جاوے تو میں روزہ دار ہوں۔ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ وقال حدیث حسن غریب)

یا جیسے روزہ چہارشنبہ، پنجشنبہ، جمعہ، سنیچر، اتوار کا۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے روزہ رکھا دن چہارشنبہ، پنجشنبہ کا اس کے لئے دوزخ سے برأت لکھی گئی۔ (رواہ ابو یعلیٰ) یا جس نے جمعہ بھی ان کے ہمراہ ملالیا اس کے لئے بہشت میں گھر بنایا جاوے گا۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط) ہاں تنہا روزہ جمعہ یا سنیچر کا منع ہے۔ اس لئے ایک دن آگے یا پیچھے کا روزہ اس کے ساتھ ملالیوے۔

سب سے عمدہ طریقہ صوم کا وہ ہے جو داؤد علیہ السلام نے اختیار کیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے ایک دن افطار کرے۔ ہمیشہ روزہ رکھنا یا وصل کرنا منع ہے۔ دونوں عید اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح استقبال کرنا ماہ رمضان کا ایک دو روزے سے منع ہے، مگر اس کو کہ جس کو عادت صوم نفل کی ہے، وہ نفل اتفاقاً ان دنوں میں واقع ہوا۔

فائدہ: روزہ رمضان کا ایک مرد عادل کے چاند دیکھنے یا شعبان کی گنتی پوری ہونے سے واجب ہو جاتا ہے۔ جب تک چاند شوال کا نظر نہ پڑے تیس روزے

برابر رکھے۔ اگر ایک شہر میں کسی نے چاند دیکھا تو اور شہر والوں کو بھی موافقت ان کی لازم ہے۔ مذہب حنفیہ کا بھی یہی ہے۔ روزے کی نیت صبح سے پہلے کرے۔

روزہ کھانے، پینے صحبت کرنے سے عمداً جاتا رہتا ہے۔ نسیان سے اگر کھالیا یا پی لیا یا جماع کیا تو نہیں جاتا، جان بوجھ کر اگر توڑ ڈالا ہے تو کفارہ واجب ہو گا۔ ایک گردن آزاد کرے، یا دو مہینے تک روزے رکھے یا ساٹھ مسکین کھلا دے۔

جس نے کسی عذر شرعی سے روزہ نہیں رکھا اس پر قضا کرنا روزے کا واجب ہے۔

جس طرح عورت حیض نفاس میں، مسافر سفر میں، بیمار مرض میں روزہ نہیں رکھ سکتا ہے۔ جس کو یہ ڈر ہو کہ روزہ رکھنے سے جان میں کمزور یا تلف ہو جاوے گا، اس کو افطار کرنا روزے کا عزیمت ہے۔

جو شخص مرگیا اور اُس پر روزے تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے۔

جو بوڑھا آدمی مرد یا عورت ادا یا قضا روزے کی نہ کر سکے وہ ہر دن ایک مسکین کو کھلا دے۔

اعتکاف اگرچہ ہر وقت مسجد میں مشروع ہے، مگر رمضان میں زیادہ تر تاکید اس کی آئی ہے۔ خصوصاً عشرہ اخیر میں معتکف مسجد سے سوائے حاجت ضروری کے باہر نہ نکلے۔ یہ سب خلاصہ ہے احادیث کا + +

فصل بیان میں زکوٰۃ کے

اسلام کی پانچ بنیادوں میں ایک زکوٰۃ دینا بھی ہے۔ زکوٰۃ کا حکم دیسا ہی ہے جیسے نماز روزہ و حج کا۔

حدیث ابوہریرہ و ابوسعید میں مرفوعاً آیا ہے: جو بندہ پانچوں نماز پڑھے، رمضان کا روزہ رکھے، زکوٰۃ نکالے، ساتوں کبائر سے بچے، اس کے لئے دروازے بہشت کے کھول دئے جاتے ہیں۔ اس سے کہتے ہیں اُدْخُلْ بِسَلَامٍ یعنی تو سلامتی سے اس میں داخل ہو۔ اس کو نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ معلوم ہوا بہشت اس شرط سے نماز، روزے، زکوٰۃ پر ملتی ہے، کہ جب گناہ کبیرہ نہ کرے۔ اس لئے یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ تھوڑی عبادت ہمراہ ترک گناہ کے زیادہ عبادت سے ہمراہ گناہ کے مفید تر ہے۔ کیونکہ دور کرنا نقصان کا حاصل کرنے نفع پر مقدم ہوتا ہے۔

انس بن مالک رضؓ نے کہا: ایک آدمی قوم تمیم کا آیا اس نے کہا اے رسول خدا! میں بڑا مال دار ہوں، اہل و عیال بھی شہر میں رکھتا ہوں۔ کیا کروں کس طرح خرچ کروں؟ فرمایا مال کی زکوٰۃ نکال۔ یہ تجھ کو پاک کردے گی۔ صلۂ اقربا کر۔ مسکین و ہمسایہ و سائل کا حق پہچان (رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح) معلوم ہوا کہ دینا زکوٰۃ کا رشتہ داروں کو درست ہے۔

حدیث ابوالدرداء میں زکوٰۃ کو اسلام کا پُل فرمایا ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط) جابر کا لفظ مرفوع یہ ہے: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ دی اُس کا شر دور ہوا۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ راوی نے کہا یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔

ابن عمرؓ نے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر مال گو نیچے سات زمینوں کے کیوں نہ ہو، جب اس کی زکوٰۃ دی تو وہ کنز نہ رہا۔ ہر مال جس کی زکوٰۃ نہیں دی، گو ظاہر ظہور ہی کیوں نہ ہو، وہ کنز ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط مرفوعاً)

فائدہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تونے زکوٰۃ دے دی، تو واجب خدا کا جو کچھ تجھ پر تھا ادا ہوگیا۔ اور جس نے مال حرام جمع کیا پھر اُس میں سے صدقہ دیا اُس کو کچھ اجر نہ ملے گا۔ بلکہ اس پر وبال اس کا پڑے گا۔ اس کو ابن خزیمہ و ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے۔

مال حرام وہ مال ہے جو رشوت، چوری، غصب، زنا، حلوان میں لیا گیا ہے۔ یا شراب، مُردار، سور، بُت، کتے، بلی، خون بیچ کر جمع کیا ہے۔ یا نر کو مادہ پر چھوڑ کر لیا ہے۔ یا چربی یا زائد پانی یا مچھلی کو پانی میں یا پرند کو ہوا پر یا جانور کے حمل کو بیچ کر حاصل کیا ہے۔ جتنے بیوع شرع میں حرام یا مکروہ ہیں ان سب سے مال کا حاصل کرنا داخل ہے مالِ حرام میں۔ فتح المغیث میں ان بیوع کا ذکر لکھا ہے۔

اس زمانے میں مالِ حلال ملنا بہت مشکل ہے۔ اکثر مال حرام ہی ہوتا ہے۔ حرام سے زکوٰۃ نکالنا صدقہ دینا بے فائدہ ہے۔ نیکی برباد گناہ لازم آتا ہے۔

جو شخص چاندی سونے والا زکوٰۃ نہیں دیتا، اس کے مال کو دن قیامت کے تختہ بنا کر اس تختے سے اس کے ماتھے، پہلو، پشت کو آگ جہنم سے گرم کریں گے۔ پچاس ہزار برس تک یہی ہوگا۔ جب تک لوگ اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو کر بہشت یا دوزخ میں جاویں۔ یہی حکم اونٹ، بکری، گاؤ، گھوڑے کی زکوٰۃ کا ہے۔

یہ مضمون حدیث ابوہریرہ مرفوع میں نزدیک بخاری مسلم کے مطولاً آیا ہے۔ اسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے، کہ یہ جانور اس کو اپنے سُموں، کھُروں سے روندیں گے۔ مسروق کی حدیث میں ممتنع زکوٰۃ کو ملعون فرمایا ہے۔ (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ ورواہ احمد و ابو یعلیٰ و ابن حبان فی صحیحہ عن ابن مسعود)

حدیث ابوہریرہؓ کا لفظ مرفوع یہ ہے۔ سب سے پہلے جو دوزخ میں جاویں گے، تین آدمی ہیں۔ ایک امیر مسلط، دوسرا وہ مال دار جس نے خدا کا حق ادا نہ کیا، تیسرا فقیہ فخر کرنے والا۔ اس کو ابن خزیمہ وابن حبان نے روایت کیا ہے۔

ابن مسعودؓ کی حدیث میں یہ بھی آیا ہے: ہم کو حکم ہے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کا۔ جس نے زکوٰۃ نہ دی اُس کی نماز نہ ہوئی۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

اصبہانی کا لفظ یہ ہے: جس نے نماز پڑھی زکوٰۃ نہ دی، وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہے۔ کوئی عمل اُس کو نفع نہ دے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ پانچ چیزیں جن پر بنیاد اسلام کی ہے، لازم ملزوم یک دیگر ہیں۔ اگر ایک بنیاد پر قدم رکھا چار باتیں، یا دو باقی کو چھوڑ دیا تو مسلمان نہیں ہے۔ اس کی یہ ایک بُنیاد بھی برباد گئی۔ اکثر لوگ نماز تو پڑھ ہی لیتے ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیتے، روزہ نہیں رکھتے۔ حج نہیں کرتے۔ ان کی نماز مقبول نہیں۔ یہ کافروں کے حکم میں ہیں۔

حدیث ثوبان میں آیا ہے، رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: جس نے اپنے بعد کنز چھوڑا، یعنی مال جمع کر کے خزانہ میں رکھ گیا، زمین میں گاڑ گیا، اس کی زکوٰۃ نہ دی، تو یہ مال ایک گنجا سانپ بن کر اُس کو کاٹے گا۔ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں جو تو چھوڑ گیا ہے۔ پھر اُس کے ہاتھ کا لقمہ بنا کر چبا جائے گا۔ پھر سارے بدن کو کاٹے گا۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ (رواہ الطبرانی وابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہا) یہ مضمون بہت حدیثوں میں آیا ہے۔

عمارہ بن حزم کی حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں: چار چیزیں ہیں جن کو خدا نے اسلام میں فرض کیا ہے۔ جس نے تین کیں وہ کچھ اس کے کام نہ آویں گی، جب تک کہ سب چیزیں نہ کرے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ صوم رمضان، حج بیت اللہ۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

انس بن مالک کا لفظ یہ ہے کہ: مانع زکوٰۃ دن قیامت کے دوزخ میں ہوگا۔
(رواہ الطبرانی فی الصغیر)

عائشہؓ کہتی ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: نہیں ملی زکوٰۃ کسی مال میں مگر اس کو تباہ کر دیا۔ (رواہ البزار والبیہقی) منذری نے کہا۔ اس حدیث کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ جس مال کی زکوٰۃ نہیں نکالی جاتی ہے وہ مال ہلاک و برباد ہو جاتا ہے۔ جس طرح حدیث عمرؓ میں آیا ہے۔ ما تلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰۃ۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آدمی مال زکوٰۃ کا لے لیتا ہے۔ اور وہ غنی ہے، اس کو لے کر اپنے مال کے ساتھ رکھتا ہے۔ سو یہ مال اس مال کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ (وبھذا فسرہ الامام احمد)

معلوم ہوا کہ جس طرح مال مانع زکوٰۃ کا تباہ ہو جاتا ہے، اسی طرح اس شخص کا مال بھی جو باوجود تونگری کے مال زکوٰۃ لیتا ہے تباہ ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں کہ وہ دیدہ و دانستہ مالِ زکوٰۃ کے لینے سے انکار نہیں کرتے بے تکلف لے لیتے ہیں۔ حالانکہ مستحق زکوٰۃ کے نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کو حدیث ابنِ عمرؓ میں منافق فرمایا ہے (رواہ البزار)

جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی وہ قحط میں مبتلا ہوتی ہے۔ (رواہ الطبرانی عن بریدۃ ورواتہ ثقات والبیہقی) حاکم نے کہا یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔

ابن عباسؓ کی حدیث میں یوں آیا ہے کہ پاک مال زکوٰۃ نہ دینے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ ناپاک مال زکوٰۃ دینے سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

فائدہ: زکوٰۃ اس پر فرض ہے جو عاقل بالغ ہو۔ کیونکہ حکم زکوٰۃ کا مثل حکم نماز، روزے، حج کے ہے۔ جس نے یہ کہا کہ مالِ اطفال کی زکوٰۃ اس کا ولی نکالے اس نے مطلب شرع کا نہ سمجھا۔ جانوروں میں زکوٰۃ فقط اونٹ، گاؤ، بکری پر ہے۔ ان تینوں کی زکوٰۃ کا بیان فتح المغیث میں لکھا ہوا ہے۔ اس جگہ اس کے ذکر کی حاجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اکثر لوگ اس کی تجارت نہیں کرتے ہیں۔ جو تجارت کرتے ہیں وہ غالباً ہندو وغیرہ ہیں۔

رہا سونا، چاندی سو جب ایک سال پورا ان دونوں پر گزر جاوے تب چالیسواں حصہ دینا لازم آتا ہے۔ سونے کے نصاب بیس (۲۰) دینار ہیں۔ یعنی ساڑھے سات تولہ۔ چاندی کے نصاب دو سو درہم ہیں۔ یعنی ساڑھے باون تولہ۔ جو اس مقدار سے کم ہو اس پر کچھ زکوٰۃ

نہیں ہے۔

• اسی طرح کرایہ کے گھر، تجارت کے مال و جواہر وغیرہ پر بھی وجوب زکوٰۃ کا کسی ایسی دلیل صریح، صحیح، مرفوع، متصل سے ثابت نہیں ہے جس پر یقین کامل ہو۔ مع ہذا اگر کسی نے مالِ تجارت کی بھی زکوٰۃ دے دی تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق مال میں ہوتا ہے۔

فائدہ: گیہوں، جَو، جوار، خرما، مشمش، منقّٰی میں دسواں حصّہ واجب ہے۔ جس زمین کو پانی سے سینچا ہے اُس میں نصف عشر ہے۔ نصاب پانچ وسق ہیں۔ اس کے سوا جو ہے جیسے ساگ بھاجی اس پر کچھ زکوٰۃ نہیں۔ شہد میں بھی دسواں حصّہ ہے۔

غرض کہ اشیاءِ زکوٰۃ یہی ہیں جو اس جگہ مذکور ہوئے۔ اس کے سوا کسی چیز پر زکوٰۃ نہیں آتی۔ یہ ہزاروں ٹیکسیں، یہ صدہا رقوم سوائے جو ملوک و سلاطین نے نکالے لگائے ہیں۔ یا مقدار نصاب سے زیادہ زکوٰۃ لیتے ہیں، بالکل مالِ حرام، مظلمۂ عام ہے۔ ہرگز اس کا لینا دینا درست نہیں ہے۔ جب سے اسلام غریب ہو گیا ہے مسلمان ذلّت و قلّت و علّت میں پڑ گئے۔ تب سے دُنیا ظلم و جور سے بڑھ گئی ہے۔ انھیں کاموں کا یہ انجام ہوا کہ سلطنتِ اسلام جاتی رہی۔ اب رونے جھینکنے سے کیا ہوتا ہے۔ خود کردہ را چہ درمان۔ تیشہ بپائے خود زدن اسی کو کہتے ہیں۔ ہاں رہے سہے رؤساء اسلام اب بھی اگر خدا سے ڈر کر زکوٰۃ شرعی پر اکتفا کریں تو امید ہے کہ نجات ملے، رعیت آسودہ رہے۔ مگر یہ کہاں ہو سکتا ہے۔ جب تک مال زیادہ نہ ہو تب تک فسق و فجور کے کام خاطر خواہ کس طرح سرانجام ہو سکتے ہیں۔ مال حلال میں اتنی گنجائش کہاں ہے کہ اس طرح اُڑایا جاوے جس طرح یہ مالِ حرام اُڑایا جاتا ہے۔

فائدہ: جن کو زکوٰۃ کا مال دیا جاتا ہے وہ آٹھ طرح کے لوگ ہیں۔ خدا نے قرآن شریف میں ان کو نام بنام بیان کر دیا ہے۔ زکوٰۃ کے مصرف کو کسی اور پر نہ چھوڑا۔ نہ پیغمبر پر، نہ غیر پیغمبر پر۔ وہ آٹھ شخص یہ ہیں: فقیر، مسکین، عاملِ صدقات، تو مسلم یہ چار ہوئے۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ مسکین وہ ہے جس کی آمدنی کم، خرچ زیادہ ہے۔ عامل

وہ ہے جو زکاۃ کی تحصیل کرتا ہے۔ جیسے آج کل کے تحصیل دار۔ نومسلم وہ ہے جو تازہ ایمان لایا ہے اُس کی دل جوئی کے لئے زکوٰۃ دینا چاہیئے۔ پانچویں گردن چھڑانے میں۔ چھٹے کسی کا قرض ادا کرنے میں۔ ساتویں جہاد میں۔ آٹھویں مسافر کو دینا۔ جہاد سے یہ مُراد ہے کہ غازی کو زکوٰۃ دے۔

ان مصارف کے سوا کسی جگہ صرف کرنا زکوٰۃ کا درست نہیں ہے۔ اگر یہ سب اقسام موجود ہوں تو سب میں برابر تقسیم کرے۔ اگر دو چار ہوں تو انھیں کو دے۔ مگر بنی ہاشم اور اُن کے غلاموں کو اور تندرست کمانے والے آدمی کو نہ دے۔

سادات پر لینا زکوٰۃ کا یا اُن کو زکوٰۃ کا مال دینا دونوں حرام ہیں۔ اس لئے کہ یہ مال لوگوں کا میل کچیل ہے۔ اللہ نے ان کو شرف و فضل بخشا ہے۔ یہ صدقہ لائق ان کے حال و مرتبہ کے نہیں ہے۔ گو یہ لوگ ایسے ہی کیوں نہ ہوں کہ ان پر کوئی وصف من جملہ اوصاف ہشتگانہ مذکورہ کے صادق آتا ہو۔ پہلے ان کو خمس ملا کرتا تھا، اب ان کو عین بیت المال سے بقدر کفایت دینا لازم ہے۔ کیونکہ جس طرح سارے مسلمانوں کا حق خزانۂ ریاست میں ہے اسی طرح ان کا حق بھی ثابت ہے۔ بلکہ یہ سب سے زیادہ تر مستحق ہیں اس لئے کہ انھیں کے جدا مجد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں یہ اسلام کے رئیس ہوئے ہیں۔ ریاست کے والی بنے ہیں۔ انھیں کے صدقے میں ان کو ایمان ملا ہے۔ آخرت میں اُمید نجات کی رکھتے ہیں۔

سو جب کہ احسان فراموشی کی، ان کا حق ادا نہ کیا، تو پھر یہ اسلام نہ ہوا صریح نا انصافی ہوئی۔ قیامت کے دن خدا و رسول کو کیا مُنہ دکھلائیں گے۔ باوجود قریش و سادات کے ان کو امیر، رئیس، پادشاہ، سلطان، خلیفہ، امام بننا ہی درست نہ تھا۔ مگر جب بن گئے تو اب اتنا تو ضرور ہی ہے کہ ہر سید کے ساتھ موافق اُس کی لیاقت دینی و دُنیوی کے سلوک کرتے رہیں۔ مفت میں اگر بلا خدمت نہ دیں تو اُن کو نوکر چاکر ہی رکھ لیں۔ اپنے فاسق فاجر رشتہ داروں، دوستوں کو تو لاکھوں ہزاروں سیکڑوں روپیہ بلا خدمت خلاف شرع دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہرگز مستحق اس کے نہیں ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ول

بلکہ خاص اُن کی اولاد کو نوکر تک ہی نہیں رکھتے۔ مفت میں دینا یا اُن کا حق واجب شرعی ادا کرنا کیسا۔

بلکہ اب تو سب سے زیادہ حقیر ہی سادات لوگ ہیں۔ ان کی عزت و آبرو ریاستوں میں برابر غلام و کنیز و خدم و حشم کے بھی نہیں ہے۔ کسی اور رشتہ دار ریاست کے برابر ہونے کا تو کیا ذکر ہے۔ یہی دلیل ہے اس بات کی کہ ان کا ایمان ناقص ہے۔ ان کو گویا قیامت کا یقین نہیں ہے۔ انھوں نے دُنیا ہی کی زندگی کو زندگی سمجھ لیا ہے۔ سمجھ لیں! مگر خاطر جمع رکھیں کہ اگر ان کے لئے دنیا ہے تو ہمارے لئے آخرت ہے۔ جتنا یہ ہم کو اِس جگہ ذلیل و خوار کہتے ہیں ہزار چند اس سے بڑھ کر یہ وہاں نزدیک خدا و رسولؐ کے ذلیل و خوار ہوں گے۔

دُنیا کی رُسوائی بمقابلہ آخرت کی رسوائی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ دنیا خواب و سراب ہے۔ بہت جلد گذر جاتی ہے۔ آخرت باقی و پائدار ہے وہاں کا حساب کتاب کچھ اور ہی رنگ دکھلاوے گا۔ صبر کا اجر بے حساب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اِترانے والوں، فخر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

فصل بیان میں آیات نماز و زکوٰۃ کے

قال تعالیٰ:

(۱) اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝[1]

یعنی اِس کتاب میں ہدایت ہے اُن پرہیزگاروں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں بے دیکھی چیز پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

غیب میں اللہ پاک اور قضا و قدر اور اشراطِ ساعت و عذاب قبر و حشر و نشر و

---

[1] البقرہ ۳۔

وصراط و میزان و جنّت و نار اور ہر وہ چیز جو ہم سے چھپی ہوئی ہے داخل ہے ان سب چیزوں پر یقین لانا بھی ایمان شرعی ہے۔

حدیث جبرئیل علیہ السلام کا مطلب بھی یہی ہے قال ان تومن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت۔ اکثر ائمہ کا یہی مذہب ہے کہ ایمان شرعی میں اعتقاد و قول وعمل مطلوب ہے۔

ایمان بڑھتا، گھٹتا رہتا ہے۔ ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے ہیں۔ سب میں افضل کہنا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ہے۔ سب میں ادنیٰ دور کرنا ایذا کی چیز کا ہے راہ سے۔ حیا ایک شاخ ہے ایمان کی۔ غرض کہ نماز سے پہلے درستی ایمان کی درکار ہے۔ اس لئے پانچ چیزوں میں جو بنیاد اسلام کی ہیں سب سے پہلے کلمہ طیبہ کی شہادت کا ذکر ہے۔

یہ ایمان بالغیب بڑی مشکل چیز ہے۔ اس لئے کہ فرائض و واجبات کا ادا کرنا محارم و مکروہات کا ترک کرنا، پھر ساری عمر اسی حالت استقامت میں بسر کرنا، محض رجا و خوف آئندہ پر۔ گویا ایک توقع موہوم پر اپنی جان کو محنت میں ڈالنا، اپنے مال کو خرچ کرنا ہے جس کو اللہ توفیق دیتا ہے وہی پکا مومن ہوتا ہے۔ نہیں تو یہ دُنیا بڑی دھوکے کی جگہ ہے نفس و شیطان طرح طرح کے وسوسے شک شبہے ڈال کر راہ سے بہکا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عیش موجود کو ایک اُمید موہوم پر چھوڑنا کون سی عقل ہے۔ لوگ اِس دھوکے میں آکر، عبادت چھوڑ کر، فسق و فجور میں پھنس جاتے ہیں۔ ان کا ایمان بالکل ضعیف ہو جاتا ہے۔ جب یہ حالت ان پر غالب ہو جاتی ہے تو زیادہ عمر ہونے اور حالاتِ عیشِ دُنیا دیکھ کر بالکل ایمان سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔

بعض یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اصل ایمان یہی کلمہ پڑھنا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا اقرار کرنا ہے۔ اس ایمان کی درستی گویا فقط اقرار زبانی سے ہو جاتی ہے۔ رہا عیش و فسق و فجور معاف ہو جاوے گا۔ ہم اِس مزے کو کیوں ترک کریں۔ یہاں بھی خاطر خواہ چین اُڑا لیں ہر طرح کی لذّت پالیں وہاں اللہ غفور رحیم ہے، ضرور ہی بخشے گا۔ تو گویا دونوں جگہ کا مزہ

لے لیا۔ وہ بُرے رہے جنھوں نے یہاں کا ناجائز مزہ آخرت کے ڈر سے چھوڑ دیا ہے۔

اس طرح کے صدہا دھوکے طرف سے نفس و شیطان کے انسان کو لگے رہتے ہیں۔ یہی وسوسے اس کو ایمان سے روک کر آخر کو بد دین کر دیتے ہیں۔ کوئی دہریہ ہو جاتا ہے، کوئی نیچریہ، کوئی منکرِ آخرت، کوئی مشرک، کوئی فاسق، کوئی منافق۔ جو پکے مومن ہیں وہ کسی طرح اُن کے دھوکے میں نہیں آتے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ [1] اللہ نے شیطان سے کہا میرے بندوں پر تیرا کچھ زور نہ چلے گا۔

غرض کہ ان کو آخرت کا ایسا یقین ہے کہ گویا یہ اپنی آنکھ سے جا کر دیکھ آئے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جس قصور کی جو سزا مقرر ہے وہ خواہی نہ خواہی قصوروار کو ہو گی۔ جو کچھ آفات مرتے دم پھر قبر پھر حشر میں ہونے والے ہیں وہ بے شبہ پیش آویں گے۔ اس لئے یہ لوگ گناہوں سے بچتے ہیں۔ جس عبادت کا جو اجر مقرر ہے جانتے ہیں کہ وہ بھی ضرور ہی ملے گا۔ اس لئے عبادت میں کوشش کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ عمدہ عبادت نماز ہے۔ کائنات میں جو چیز ہے وہ اپنے معبود کی عبادت میں رہتی ہے۔ ہر مخلوق کی عبادت جدا جدا ہے۔ تسبیح کہنے میں تو ساری مخلوقات یکساں شریک ہے۔ مگر عبادت خاص میں، درخت کی عبادت مثلاً قیام ہے۔ حیوانات کی عبادت رکوع ہے۔ کسی چیز کی عبادت نرا سجدہ ہے۔ کسی شئے کی عبادت نرا قعود ہے۔ سو یہ ساری عبادات جہان بھر کی اس ایک نماز میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جس نے نماز پڑھی اُس نے گویا سارے جہان کی عبادت کی۔ جس عبادت کو تمام جہان مل کر کرتا تھا وہ عبادت تنہا اس ایک جزو مختصر یا خاک برابر نے ادا کی۔

اس نماز کو خدا نے سارے بندوں پر فرض عین کیا ہے۔ اس کے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اقامت کا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھا کرے۔ یہ نہ کرے کہ کبھی پڑھی کبھی اُڑا دی۔ یا دیر لگا کر بے وقت پڑھی یا عمداً ترک کر دی یا آداب و ارکان و سنن و ہیئات و

---

[1] الحجر ۴۲

و اوقات کا حفظ نہ رکھا۔ اوندھے، سیدھے، کھڑے، پڑے، گرے دو چار ٹکّریں لگا کر علٰحدہ ہو گئے۔ سمجھ لیا کہ ہم نماز گذار ہیں ۔ ہم نے خدا کا فرض ادا کر دیا۔ سو اس کو اقامتِ نماز نہیں کہتے۔ اس لئے جو کوئی ایسی نماز پڑھتا ہے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

قبول نہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ نماز اس کو فحشاء و منکر سے نہیں روکتی، یعنی نماز بھی پڑھتا ہے، شراب بھی پیتا ہے، زِنا بھی کرتا ہے، لواطت و مساحقت بھی ہوتی ہے، گانا بجانا بھی ہوتا ہے، خلافِ شرع کھیل تماشے بھی چلے جاتے ہیں۔ یا لوگوں کے دکھانے سُنانے کو کہ کوئی اُس کو بے نماز سمجھ کر حقیر نہ جانے۔ وقت بے وقت دو چار ٹکّریں بھی لگا دیتا ہے۔ دل میں کچھ لذّت اس عبادت کی، کوئی قدر اس نماز کی نہیں ہے۔ اس لئے جی لگا کر وقت پر ادا نہیں ہوتی۔ اگر یہ نماز نزدیک خدا کے قبول ہوتی تو ایسے کام بے حیائی، بے شرمی کے خلاف شرع کبھی اُس سے صادر نہ ہوتے۔

اگر اتفاقًا کوئی بات ہو بھی جاتی تو فی الفور ہوشیار ہو کر توبہ کر ڈالتا۔ مگر جب گُناہ کیا پھر توبہ بھی نہ کی۔ یا توبہ کر کے پھر وہی اگلے سے کام کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ یہ نماز قبول نہیں ہوئی۔ اَللّٰھم احْفَظْنَا۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بُری بات سے توبہ کر کے زمانِ آئندہ میں پھر ویسے ہی کام کرنے لگتا ہے تو اگلے گناہ اُس کے معاف نہیں ہوتے بدستور قائم ہو جاتے ہیں۔ اور جو آئندہ توبہ کی، بعد بچا تو وہ سارے قصور معاف کئے جاتے ہیں۔ اے اللہ ایسی توبہ نصیب کر کہ پھر اس گناہِ متروک کی ہوا بھی نہ لگے۔

اس آیت شریف میں پہلے ذکر ایمان کا، پھر نماز کا، پھر ذکر انفاق کا کیا۔ انفاق سے مراد زکوٰۃ ہے یا صدقۂ نفل یا نذر یا صرف کرنا راہِ خدا میں یا اہل و عیال پر یا ان سب کا موں میں یہی بات ٹھیک ہے۔ اس جگہ مطلب ہمارا فقط نماز سے ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے وصف میں اس نماز کو ذکر فرمایا ہے۔ زکوٰۃ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ نماز و زکوٰۃ کا یکجا ذکر آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں یکساں فرض ہیں۔ ان کے

ترک کا گناہ بھی یکساں ہے
قال تعالیٰ
(۲) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ یعنی قائم کرو پانچوں نمازوں کو۔ دیتے رہو زکوٰۃ کو۔ صیغہ امر کا واسطے وجوب کے آتا ہے۔ اس سے فرضیت نماز و زکوٰۃ کی ثابت ہوئی۔ اس کے بعد یہ فرمایا۔ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ یعنی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ تنہا نہ پڑھو۔ ظاہر آیت یہ ہے کہ جماعت بھی واجب ہے۔ ترک جماعت میں وعیدات سخت آئی ہیں۔ یعنی اس کے لئے جو بے عذر ترک کرے۔ اور جس کو کوئی عذر ظاہر یا مخفی ہے وہ معذور ہے۔

امام مالکؒ نے جب یہ دیکھا کہ مسجد میں لوگ فسادی جمع ہوتے ہیں تو پھر جماعت چھوڑ کر گھر میں تنہا نماز پڑھنے لگے۔ کسی نے کہا آپ مسجد میں کیوں نہیں آتے؟ کہا بعض عذر لائق کہنے و ظاہر کرنے کے نہیں ہوتا ہے۔

(۳) قَالَ تَعَالٰی: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۝ مدد لو صبر و نماز سے۔ صبر سے مراد روزہ ہے، یا صبر کرنا فقر و فاقہ و آفاتِ دُنیا پر، یا صبر کرنا شہوات و لذات پر ڈر سے خُدا کے۔

جب بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو پکڑ بلایا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے لگے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی رنج و غم ہوتا تو نماز پڑھنے لگتے۔ ابن عباسؓ کو جب یہ خبر پہونچی کہ ان کے بھائی قثم کا انتقال ہو گیا۔ اِنّا لِلّٰہ الخ کہہ کر نماز پر کھڑے ہو گئے۔ پھر کہا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۝

غرض مصیبت کا کوئی علاج، فکر و غم کی کوئی دوا ان دو چیزوں سے بہتر نہیں ہے کہ نماز پڑھے صبر کرے۔ ؎

صبر است علاجِ دلِ بیمار تو واقف
افسوس کہ کم داری و بسیار ضرور است

صبر کی مدح میں بہت حدیثیں آئی ہیں۔ صبر والوں کا اجر بے حساب ہے۔ دُنیا میں امیر ہو یا فقیر، بادشاہ ہو یا وزیر سب کو حاجت صبر کی پڑتی ہے۔ بہت یا تھوڑا صبر کرنا ہوتا

ہے۔ جو آدمی صبر نہیں کرتا، بے قراری ظاہر کرتا ہے، ہر امر میں جلدی چاہتا ہے، اس کا کام دُنیا میں بگڑ جاتا ہے۔ آخرت میں اجر صبر سے بہ سبب بے صبری کے محروم رہتا ہے۔

اسی طرح جو شخص نماز نہیں پڑھتا گو فرضیت کا قائل ہے، وہ دُنیا میں کافروں کے حکم میں ہے۔ اُس کا حشر ساتھ فرعون، قارون، ہامان، ابی بن خلف کے ہوگا۔ اس نماز کے حق میں یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ بھاری ہے لوگوں پر مگر ڈرنے والوں پر جن کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے۔ اس کی طرف پھر کر جا دیں گے۔ معلوم ہوا کہ تارک نماز گویا منکر ہے خدا کے ملنے کا، قیامت کے آنے کا۔ اگر منکر نہ ہوتا تو ضرور نماز پڑھتا۔

(۴) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ [1] یہ خطاب ہے بنی اسرائیل کو۔ جس طرح کی نماز و زکوٰۃ ان کے دین میں تھی۔ اُس کی فرضیت کا حکم ہوا تھا مگر اکثر لوگوں نے نہ مانا تھوڑے سے آدمیوں نے اُن میں سے قبول کیا۔ یہی حال اس امت کا ہے کہ نمازی ان میں تھوڑے ہیں، بے نمازی بے حد ہیں۔ جو تھوڑے لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ اچھی طرح نہیں پڑھتے یا اور حکم نہیں مانتے فسق و فجور میں رہا کرتے ہیں۔ یہ آیت دوبارہ سورہ بقرہ میں آئی ہے۔ جس طرح دوسری جگہ بعد اس کے مکرر یہ ارشاد فرمایا ہے۔ (۵) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ [2] تکرار عبارت دلیل ہے اس بات کی کہ یہ کام بہت بڑا ہے۔ بار بار اِس پر اطلاع دی جاتی ہے تاکہ کسی کو خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔ پھر فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ نماز پڑھے زکوٰۃ دے۔ پھر فرمایا (۶) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ۝ [3] یعنی نگاہ رکھو نمازوں کو خصوصاً بیچ کی نماز کو۔ کھڑے ہو واسطے اللہ کے تابعدار ہو کر۔ صیغہ جمع کا اس لئے ہے کہ پانچوں نماز کا حکم کرنا منظور ہے۔ بیچ کی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ لفظ "قنوت" کے اٹھارہ بیس معنی ہیں۔ اس جگہ مراد اس سے طاعت و سکوت و خشوع و خضوع و دعا و دوام و حضور دل ہے۔

قال تعالیٰ:-

(۷) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ [4] جو لوگ ایمان لائے اور کئے اچھے کام اور

[1] البقرہ ۱۱۰ [2] البقرہ ۱۵۳ [3] البقرہ ۲۳۸ [4] البقرہ ۲۷۷۔

قائم رکھا نماز کو اور دیا کیئے زکوٰۃ۔ اُن کے لئے اجر ہے نزدیک اُن کے رب کے ان کو نہ کچھ ڈر ہوگا نہ غم۔ معلوم ہوا کہ نماز و زکوٰۃ آخرت کے خوف و غم سے نجات دیتی ہے، جب کہ ہمراہ ان کے اور بھی اچھے کام ہوں۔ فحشا و منکر نہ ہوں۔

(۸) قال تعالیٰ: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ[ل] مت جاؤ پاس نماز کے جب تم نشے میں ہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم کیا کہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ شرابی کی نماز کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔ اگر نشے میں پڑھی تو سرے سے ہی نہ ہوئی فرض باقی رہا۔ اور جو نشہ دوسرے وقت کیا تو قبول نہ ہوئی کیونکہ نماز کا اثر اس پر ظاہر نہ ہوا۔ اگر قبول ہوتی تو یہ شراب کاہے کو پیتا۔

(۹) قال تعالیٰ: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ[ے] جب تم سفر کرو تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس بات میں کہ نماز کو قصر کرو یعنی چار رکعت کی جگہ دو رکعت پڑھو۔ اسی طرح نماز خوف میں بھی کم کرنا نماز کا آیا ہے، خواہ امام کے ساتھ ایک رکعت ملے یا دو رکعت۔ پھر خواہ بیٹھے پڑھے یا کھڑے۔ پھر فرمایا جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پوری نماز ادا کرو۔ (۱۰) اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا[ے] نماز ایمان والوں پر ایک فرض معین ہے۔ یعنی وقت پر ہی پڑھنا چاہیئے۔ وقت سے پہلے یا پیچھے نہ پڑھے۔ نہ دو نماز کو بدون عذر سفر وغیرہ کے جمع کرے۔

(۱۱) وقال تعالیٰ: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝[ے] یعنی منافق لوگ فریب دیتے ہیں خدا کو۔ خدا ان کے ساتھ فریب کرتا ہے۔ جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کو یعنی ہمراہ ایمان والوں کے تو سست کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم

ل النساء ۴۳ ے النساء ۱۰۱ ے النساء ۱۰۳ ے النساء ۱۴۲

بھی نمازی ہیں۔ اللہ کو تھوڑا یاد کرتے ہیں۔ ایمان وکفر میں متردّد ہیں۔ نہ اِدھر نہ اُدھر۔ جس کو خدا گمراہ کرے اس کے لئے تجھ کو کہاں رستہ ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز میں سُستی کرنا ایک طرح کا نفاق ہے۔ ایسے لوگ بین بین ہیں نہ بالکل طرف ایمان کے ہیں نہ بالکل طرف کفر کے ہیں۔ سو ایسے لوگ یعنی بین بین والے گمراہ ہیں۔ یہی حال بعض اہل نفاق کا ہے کہ نہ بالکل طرف سنّت کے ہیں نہ طرف بدعت کے بلکہ بین بین ہیں۔

مثلاً ایک جماعت نے کہا کہ فاتحہ پیچھے امام کے پڑھنا فرض ہے۔ دوسرے طائفہ نے کہا نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ بین بین والوں نے کہا نہ فرض ہے نہ مکروہ بلکہ مستحب ہے۔ سو اس آیت شریف میں خدا نے نص کی ہے اس بات پر کہ بین بین والے گمراہ ہیں۔ رسولِ خدا سے فرمایا تو ان کے لئے راہِ ہدایت کی جس سے یہ حق تک پہونچ جاویں ہرگز نہ پاوے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بین بین والے ریا کار ہوتے ہیں۔ انھوں نے ہمراہ ریا کے نفاق کو بھی جمع کیا ہے۔ لوگوں کے دکھانے، سُنانے کو ظاہر اسلام پر قائم ہیں۔ دل میں ان کے اخلاص نہیں ہے۔ اخلاص ہوتا تو ایک طرف ہو جاتے۔ اِدھر اُدھر بیچ میں نہ بھٹکتے۔

(۱۲) قَالَ تَعَالیٰ : يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ [1]

اے ایمان والو جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا تو دھوؤ مُنھ ہاتھ اپنی کہنیوں تک، مسح کرو سر پاؤں کا ٹخنوں تک۔ معلوم ہوا کہ نماز کے لئے طہارت کرنا واجب ہے۔ مراد اس طہارت سے وضو ہے۔ نماز بے وضو نہیں ہوتی۔ بے وضو نماز پڑھنا گناہ کبیرہ ہے گو کفر نہ ہو۔

وضو کی ترکیب یہی ہے جو اس آیت شریف میں مذکور ہوئی۔ قرآن شریف سے پاؤں کا مسح نکلتا ہے اگر اَرْجُلِكُمْ کے لام کو زیر ہو۔ اگر زبر ہوگا تو پاؤں کا دھونا ثابت ہوگا۔

---

[1] مائدہ ۶

قرأت دونوں طرح پر آئی ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ غسلِ رِجلین حدیث صحیح، صریح، غیر منسوخ سے ثابت ہے۔ مسح پاؤں کا کسی حدیث ضعیف میں بھی سوائے حالت لبس موزہ کے ثابت نہیں ہوا۔ مانا کہ قرآن شریف میں قرات فتح ضعیف ہو، لیکن سنّت مطہرہ تو قوی ہے۔ قرآن کا مطلب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔

(۱۳) قَالَ تعالیٰ : اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝[1] تمھارے دوست اللہ ورسول وایمان والے لوگ ہیں۔ جو نماز پڑھا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، رکوع کرتے ہیں۔ حضرت علی مرتضٰی نے حالت رکوع میں ایک انگشتری صدقہ کی تھی اس پر یہ آیت اُتری۔

لفظ اِنَّمَا واسطے حصر کے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوست وہی ہے جو ایماندار ہے۔ ایمان دار وہی ہے جو نماز پڑھتا، زکوٰۃ دیتا ہے۔ یعنی جو نہ نماز پڑھتا ہے نہ زکوٰۃ دیتا ہے وہ دوست نہیں ہے بلکہ دشمن ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بے نماز بے زکوٰۃ کو کوئی مسلمان اپنا دوست نہ سمجھے۔ باپ ہو یا بیٹا یا بھائی یا اور کوئی قریب، مرد ہو یا عورت، ایسا آدمی شرعًا رشتہ دار نہیں ہوتا ہے۔ نوح علیہ السلام سے فرما ہی دیا تھا کہ یہ تیرا بیٹا تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ یعنی تو اس کو اپنا رشتہ دار نہ سمجھ یہ غیر محض ہے۔

سو جو لوگ اپنی برادری کو دوست رکھتے ہیں، ان کے نمازی، زکوٰتی ہونے نہ ہونے سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے، ان کے ایمان میں خلل ہے۔ اگر ایمان دار ہوتے تو ایسوں کو دشمن جانتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ وہ تو جیسے کچھ ہیں سو ہیں۔ مگر اس کی آخرت کے پیچھے ان کی دُنیا منفت میں برباد ہو جاتی ہے۔ یہ دوستی میں راندا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہ

(۱۴) وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ۝[2] یعنی جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ منکر لوگ اس نماز کو ہنسی کھیل سمجھتے ہیں۔ اذان کا ذکر سارے قرآن

---

[1] المائدہ ۵۵ [2] المائدہ ۵۸۔

میں اسی جگہ آیا ہے۔ سورہ جمعہ میں جو اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فرمایا ہے وہ خاص ہے ساتھ ندا جمعہ کے۔

معلوم ہوا کہ نماز سے پہلے اذان دینا سنّت یا واجب ہے۔ یہ اذان ایک بڑا شعارِ اسلام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سارے شہر والے اذان دینا بند کر دیں تو اُن سے لڑنا چاہیے۔ جس گاؤں، قصبے یا شہر سے آوازِ اذان سُنی جاتی تھی وہاں پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جہاد نہ کرتے تھے۔ اُس کو دارالحرب نہ ٹھہراتے تھے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے پر ہنسی کھیل کرنا، نماز کو ہلکا کام سمجھنا کفر ہے۔ فاسق فاجر لوگ اپنی بے باکی سے اکثر نماز و روزہ، زکوٰۃ وغیرہ شعائرِ اسلام پر طعن کر بیٹھتے ہیں۔ نمازیوں کو "قُلْ اَعُوْذُ یا" بتاتے ہیں۔ اس بات پر کافر ہو جاتے ہیں۔ اگر توبہ نہ کی تو کافر ہی جیئے گا کافر ہی مرے گا۔ نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْہُ۔

(۱۵) وَقَالَ تَعَالیٰ : اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ[1] یعنی شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمھارے آپس میں دشمنی و بغض ڈال دے۔ شراب خوری، قمار بازی کے سبب سے تم کو خدا کے ذکر و نماز سے روک دے۔ سو کیا ہو تم باز رہنے والے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح نماز فحشا، و منکر سے روکتی ہے۔ اسی طرح نشہ باز ہونا، جوا کھیلنا، نرد بازی وغیرہ کرنا نماز سے روکتا ہے۔ نماز سے اور ان کاموں سے باہم بیر ہے۔ یہ دونوں امر جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خمر و میسر کچھ نری نماز ہی سے نہیں روکتے بلکہ یہ جواری شرابی لوگ آپس میں بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ گویا ان کا دین و دُنیا دونوں برباد ہیں۔ اس لئے یہ فرمایا کہ کیا تم باز رہو گے یا نہیں۔

اس ارشاد میں بڑا زجر ہے۔ عمر ابن خطاب رض نے جب اِس آیت کو سُنا تھا، کہا: اِنْتَھَیْنَا یعنی ہاں، ہم باز آئے۔ اب ہم کبھی نہ شراب پئیں گے، نہ جوا کھیلیں گے۔ شراب خوری کی

---

[1] المائدہ ۹۱

مذمت میں بہت حدیثیں آئی ہیں۔ دس آدمی پر لعنت فرمائی ہے۔ ہر مسکر کو حرام ٹھہرایا ہے ہر نشے والی چیز کو خمر کہا ہے۔

(۱۶) وقال تعالیٰ: اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْہُ وَھُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ[۱]
بات یہ ہے کہ تم نماز پڑھا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو، اسی کی طرف تم کو جانا ہے۔ نماز کے بعد ذکر ڈرنے کا اس لئے کیا کہ نماز پڑھنا اور نہ ڈرنا برا ہے۔ اچھا تم نہ ڈرو، فسق و فجور نہ چھوڑو، پھر ایک دن پاس خدا ہی کے جانا ہوگا۔ اس وقت تم کو حقیقت اس بے ڈری کی معلوم ہو جاوے گی۔

(۱۷) وقال تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَھُمْ عَلٰی صَلَاتِہِمْ یُحَافِظُوْنَ[۲] یعنی جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں، وہی لوگ نماز کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ غیر محافظ نماز کا آخرت پر پورا یقین نہیں رکھتا ہے۔ اگر یقین رکھتا ہوتا تو یہ جرأت نہ کرتا۔

(۱۸) وقال تعالیٰ: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ[۳] ابراہیم علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ تم یوں کہو کہ میری نماز، میرا ذبح کرنا، میرا جینا، میرا مرنا، یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا، جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھ کو اسی بات کا حکم ہوا ہے۔ میں پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

معلوم ہوا کہ یہ سب چیزیں خالص واسطے خدا ہی کے چاہئیں۔ ان کاموں میں کسی کو شریک نہ کرے۔ پیر ہوں یا پیغمبر، ولی یا مجذوب، مسلمان مشرک دوگانہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا بغداد کی طرف منہ کرکے پڑھتے ہیں۔ اہل بدعت شیخ سدّو کا بکرا، سید احمد کی گائے، زین خاں کا مرغا، ذبح کرتے ہیں۔ غیر اللہ کے لئے نماز پڑھنا یا جانور کا ذبح کرنا کفر ہے۔ کلمہ پڑھو یا نماز، ایمان جاتا رہتا ہے، نام کے مسلمان رہ جاتے ہیں۔

---

[۱] الانعام ۷۲ [۲] الانعام ۹۲ [۳] الانعام ۱۶۲

(۱۹) قال تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ [۱] یعنی جو لوگ تمسک کرتے ہیں ساتھ کتاب خدا کے، اور قائم رکھا ہے انھوں نے نماز کو، سو ہم اجر اصلاح کرنے والوں کا ضائع نہ کریں گے۔ یہ آیت اگرچہ حق میں اہل کتاب کے اُتری ہے مگر مفہوم اس کا عام ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پر چلنے والوں، نماز پڑھنے والوں کا ثواب کہیں نہ جاوے گا۔

قرآن شریف پر وہی لوگ چلتے ہیں، جو ہر بات میں پہلے طرف قرآن کے رجوع لاتے ہیں۔ جو حکم اس بات کا قرآن میں ملتا ہے اُس کو دونوں ہاتھ سے مضبوط پکڑ لیتے ہیں، ہرگز کتاب اللہ کے خلاف نہیں کرتے، نہ خلاف اس کے فتویٰ دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا ہے کہ جو کوئی حکم نہ کرے موافق قرآن کے، وہ فاسق ہے، ظالم ہے، کافر ہے۔

یعنی مخالفت کتاب کی کم یا بیش ہوگی ویسا ہی اس مخالفت کا حال ہے۔ اگر قرآن پر کسی عمل صالح کی ہدایت کی تھی اس نے اس کے برخلاف کیا یا کہا، تو فاسق ہوا۔ اور جو عدل کرنے کا حکم تھا، اس نے برخلاف اس کے انصاف کیا، تو ظالم ٹھہرا۔ اور اگر کسی واجب، فرض کا حکم قطعی تھا تو اس کی مخالفت اس کے لئے کفر ہوگی۔

بعد ذکر تمسک کتاب کے ذکر نماز کا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ اہتمام اسی عبادت نماز کا چاہیئے۔ جس نے نماز نہ پڑھی یا دیر لگا کر پڑھی یا کبھی پڑھی کبھی اُڑا ئی۔ یا دل لگا کر نہ پڑھی۔ فقط ایک بوجھ سر سے اُتارا، اس نے گویا کتاب کو نہ مانا۔ اگر کتاب کو مانتا تو نماز کی یہ گت کاہے کو ہوتی۔ کیونکہ اس نماز کا حکم تو خود اسی کتاب میں موجود ہے۔

(۲۰) وقال تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ [۲] جو لوگ قائم رکھتے ہیں نماز کو، ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں، یہی ہیں سچے ایمان دار۔ ان کے لئے درجے ہیں نزدیک خدا کے۔ اور مغفرت ہے گناہوں کی۔ اور رزق ہے ہمیشہ کا۔

---

[۱] الاعراف ۱۷۰ [۲] الانفال ۴۔

معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے سے جنت ملتی ہے۔ چھوٹے موٹے گناہ جو بھولے چوکے سے ہو جاتے ہیں اُن کی معافی بھی ملتی ہے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا یا بے ڈول پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ نہیں دیتا۔ یا مالِ حرام سے دیتا ہے۔ اُس کو نہ جنت ملے گی نہ اُس کے گناہ بخشے جاویں گے۔ جب یہ نہ ہوا تو کندۂ دوزخ ٹھہرا۔ نعوذ باللہ۔

(۲۱) قال تعالیٰ: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً [1]
نہیں ہے نماز اُن کی کعبہ میں مگر سیٹھے مارنا، تالی بجانا، مشرکوں نے اس کام کو بجائے عبادت کے ٹھہرایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ تم چکھو عذاب بدلے اس کفر کے۔ معلوم ہوا کہ عبادت کی شکل بدلنا کفر ہے۔

نماز ہو یا کوئی اور عبادت ہو عبادت کو اسی طرح کرے جس طرح خدا و رسولؐ نے فرمایا ہے۔ اس کی شکل میں فرق نہ آنے دے۔ ورنہ اس کا انجام عذابِ دوزخ ہے۔ جن جن عبادتوں کی شکل و صورت بدل گئی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ بدعات و محدثات داخل عبادت کر دی گئی ہیں۔ اگلی ہیئت بدل ڈالی گئی ہے، كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ یاد نہ رہا، كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ کا دھیان جاتا رہا، كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ کو بھول گئے۔

(۲۲) قال تعالیٰ: فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ [2] یعنی اگر یہ مشرک لوگ شرک سے توبہ کریں، نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں تو پھر ان سے دست بردار ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ توبہ شرک سے اُسی وقت مقبول ہوتی ہے کہ شرک نماز پر قائم و دائم ہو۔ زکوٰۃ دے۔ اگر نری توبہ کی اور نماز نہ پڑھی یا زکوٰۃ نہ دی تو ہنوز وہ مشرک ہے۔ گو مُنہ سے وہ کلمہ کہے۔ دوسری آیت میں فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ فرمایا ہے۔ یعنی جب شرک چھوڑ کر نمازی، زکوٰتی ہو گئے تو اب یہ سب دینی بھائی

---

[1] الانفال ۳۵۔ [2] التوبہ ۵

ہم مسلمانوں کے بن گئے۔ معلوم ہوا کہ جو نمازی، زکوٰتی نہیں ہے وہ ہمارا بھائی بھی نہیں ہے۔

(۲۳) وقال تعالیٰ : مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ[۱] جو ایمان لایا اللہ پر، دن آخرت پر، نماز پڑھی، زکوٰۃ دی، سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرا لگتا ہے کہ ہو جاوے وہ راہ پلئے ہوؤں میں۔ معلوم ہوا کہ کامیاب ہونے کے لئے یہ سب امور درکار ہیں۔ ان میں ایک نماز و زکوٰۃ بھی ہے۔ جس کو آخرت میں کامیاب ہونا پسند ہو وہ دنیا میں یہ عبادت بدنی و مالی ہمیشہ کیا کرے۔

(۲۴) وقال تعالیٰ : وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ[۲] نہیں آتے نماز پڑھنے کو مگر سستی کاہلی سے، نہیں خرچ کرتے، مگر ناخوشی سے۔ یہ آیت حق میں منافقوں کے اتری ہے۔ اُن کو اسی آیت میں فاسق فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز میں سستی کرنا، زکوٰۃ خوشی سے نہ دینا، علامت نفاق و فسق کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ منافق فاسق ہوتا ہے فاسق منافق ہوتا ہے۔

(۲۵) قال تعالیٰ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ[۳] اوپر یہ ذکر تھا کہ مومن مرد و عورت ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ نماز کھڑی رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں اُن پر اللہ جلدی رحم کرے گا۔

معلوم ہوا کہ دوستی آپس کی یہی ہے کہ ایک دوسرے کو اچھے کام کا حکم کرتا رہے، خلافِ شرع کام سے باز رکھے، روکے، منع کرے۔ یہ کوئی دوستی نہیں ہے کہ جو کوئی برا کام کسی مسلمان سے ہو اس کو معلوم کر کے خاموش بیٹھ رہے، اس سے کچھ نہ کہے۔ نماز پڑھنا،

---

[۱] التوبہ ۱۸ [۲] التوبہ ۵۴ [۳] التوبہ ۷۱ [۴] التوبہ

زکوٰۃ دینا، اللہ ورسول کی اطاعت کرنا، موجب رحمت الٰہی ہے۔ معلوم ہوا کہ بے نماز وبے زکوٰۃ پر رحم نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کی دوستی بُری ہے۔ مگر اب وہ وقت آیا ہے کہ جس کو بُری بات سے منع کرو، اچھی بات بتاؤ تو وہ دشمن ہو جاتا ہے۔ ناصح کو مخل عیش یعنی فسق سمجھتا ہے۔

(۲۶) قال اللہ تعالیٰ: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ[۱] قائم کرو تم نماز کو، یہ ارشاد موسیٰ وہارون علیہما السلام کو فرمایا تھا۔ اس حکم میں سارے بنی اسرائیل بھی داخل، شامل ہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز اگلی امتوں پر بھی فرض تھی۔ بدون نماز کے کوئی امت مسلمان نہیں ہوسکتی۔

(۲۷) قال تعالیٰ: يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا[۲] کہا اے شعیب کیا تمہاری نماز تم کو یہ حکم کرتی تھی کہ جس کو ہمارے باپ دادوں نے پوجا ہے ہم اس کو چھوڑ دیں یا ہم اپنے مال میں جو چاہیں سو نہ کریں۔

یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، مشرک تھے۔ شعیب علیہ السلام نے ان کو منع کیا کہ تم یہ کام نہ کرو، شرک چھوڑ کر نماز پڑھو۔ معلوم ہوا کہ مشرک پر نماز بھاری ہوتی ہے۔ بے نمازی مشرک ہوتا ہے۔ نماز خلافِ شرع بات سے روکتی ہے۔ جب نہ رُکا، ناپ تول میں کمی کی یا شرک نہ چھوڑا تو نماز بھی قبول نہ ہوئی۔

(۲۸) وقال اللہ تعالیٰ: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ[۳] یہ حکم ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو، اُمت اسلام بھی اس حکم میں شامل داخل ہے۔ یعنی قائم کر نماز کو صبح وشام اور کچھ رات گئے۔ نیکیاں دور کرتی ہیں بدیوں کو۔ یہ یاد دہی ہے نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔

اس آیت سے پانچوں نماز کا حکم نکلا۔ صبح کے وقت میں نماز فجر وظہر داخل ہے۔ شام کے وقت میں عصر ومغرب شامل ہے۔ رات کی نماز عشاء کی نماز ہے۔ اس کے سوا اور طرح پر

---

[۱] التوبہ ۵۴ [۲] ہود ۸۷ [۳] ہود ۱۱۴۔

بھی اس مدعا کی تقریر کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز پنجگانہ پڑھنے سے گناہ ٹلتے رہتے ہیں۔ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا تھا۔ اپنے لئے اس کا کفّارہ چاہا۔ یہ آیت اتری۔ (اخرجہ البخاری و مسلم و اصل السنن) معلوم ہوا کہ رات دن میں جو گناہ صغیرہ بھولے چوکے سے ہو جاتے ہیں نماز پنجگانہ اُن کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

(۲۹) قال تعالیٰ: وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ[۱] اوپر یہ ذکر تھا کہ جو لوگ ایفائے عہد کرتے ہیں، اقرار نہیں توڑتے، جس چیز کے جوڑنے کا حکم ہے اُس کو جوڑتے ہیں یعنی حقوقِ خدا، حقوقِ عباد ادا کرتے ہیں، اپنے رب سے ڈرتے ہیں، بُرے حساب کا ڈر رکھتے ہیں۔ انھوں نے صبر کیا، نماز پڑھی، کھُلے چھپے خرچ کیا۔ بدی کو نیکی کرکے دور کیا۔ ایسوں کے لئے اچھا انجام ہے دارِ آخرت میں معلوم ہوا کہ سارے نیک کام اُسی وقت اپنا اثر دکھاتے ہیں جب کہ نماز صدقہ بھی چلا جاوے۔ اگر نماز زکوٰۃ نہیں ہے تو سب نیکیاں برباد ہیں۔

(۳۰) قال تعالیٰ: قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ[۲] یعنی اے رسولِ خدا تم میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں یہ بات کہہ دو کہ وہ نماز قائم رکھیں، ہمارے دئے ہوئے میں سے کچھ خرچ بھی کرتے رہیں کھُلے یا چھپے، اس دن کے آنے سے پہلے، جس میں نہ لین دین ہوگا، نہ یاری دوستی ہوگی۔

معلوم ہوا کہ نماز پڑھنا، صدقہ، خیرات، زکوٰۃ دینا قیامت میں کام آوے گا۔ ایسے لوگوں کو اپنا بندہ فرمایا۔ اس اضافت سے عجب شرف ہم غریبوں کو حاصل ہوا۔

(۳۱) قال تعالیٰ: رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ الآیۃ[۳] ابراہیم علیہ السلام نے جب اسمٰعیل علیہ السلام کو مکۂ معظّمہ میں بسایا تو اللہ سے کہا کہ میں نے اپنی ذرّیت کو اس جنگل میں جو

---

[۱] الرعد ۲۲ [۲] ابراہیم ۳۱ [۳] ابراہیم ۳۷

بے کھیتی کا ہے تیری عزت والے گھر کے پاس اس لئے بسایا ہے کہ یہ ہمیشہ نماز پڑھا کریں۔ تو لوگوں کے دل اُن کی طرف پھیر دے۔ ان کو رزق دے۔ شاید یہ شکر کریں۔ یہ دعا ان کی قبول ہو گئی۔ دل کا پھرنا، رزق کا ملنا نماز کے قائم رکھنے پر ٹھہرایا۔

معلوم ہوا کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے اُس کو رزق ملتا ہے گو وہ بے کھیتی کے جنگل ہی میں کیوں نہ رہے۔ ساری دُنیا رزق کی محتاج ہے، اگر سب مل کے نماز پڑھا کریں، اللہ کا شکر ادا کریں تو ضرور ہی آسودہ حال رہیں۔ جس طرح مکے والے اب تک خوش و خرّم بسر کرتے ہیں باوجود ہزار خرابی کے۔

(۳۲) قال تعالیٰ : اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ؕ[1] قائم کر تو نماز کو وقت زوال آفتاب کے رات کے اندھیرے تک، اور فجر کے قرآن کو۔ صبح کا قرآن مشہود ہے۔ یعنی اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ رات کو تہجّد پڑھو یہ تیرے لئے نفل ہے، یعنی زائد ہے اصل فرض پر۔

اس آیت میں نماز ظہر و عشاء و فجر و تہجّد کا ذکر ہے۔ بعض نے کہا نہیں، بلکہ پانچوں نمازیں مُراد ہیں۔ تہجّد کی فرضیت خاص رسولِ خدا صلیّ اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی، باقی اُمّت کے لئے سنّت موکّدہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نماز میں قرآن جہر سے پڑھا جاتا ہے اس کو فرشتے رحمت کے آکر سنتے ہیں۔ خصوصًا نماز صبح کے وقت تو ضرور ہی حاضر ہوتے ہیں۔

(۳۳) وقال تعالیٰ : وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝[2] بہت نہ چلاّ نماز میں نہ بہت چپکے پڑھ بلکہ ان دونوں کے درمیان راستہ نکال۔ معلوم ہوا کہ نمازیں بہت چلاّ کر نہ پڑھنا چاہیے، اس لئے کہ اس میں خشوع

---

[1] اسریٰ ۸، [2] اسریٰ ۱۲۸

خضوع جاتا رہتاہے۔ اتنا آہستہ بھی نہ پڑھے کہ مقتدی بھی نہ سُنے بلکہ توسط کی راہ اختیار کرے۔ توسط ہر کام میں محمود ہوتاہے، عبادت ہو یا معاملات۔

(۳۴) قال تعالیٰ : وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا[1]

یہ عیسٰی علیہ السلام کا قول ہے۔ کہتے ہیں خدا نے مجھ کو نماز و زکوٰۃ کی وصیت کی ہے، جب تک میں زندہ رہوں۔ وصیت کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ پاک کو نماز و زکوٰۃ کے جاری رکھنے کا بڑا اہتمام ہے۔ اور مرتے دم تک کی وصیت کرنا اس سے اور بھی زیادہ تاکید سمجھی گئی۔

معلوم ہوا کہ ان کے دین میں بھی نماز تھی جس طرح شعیب و موسٰی علیہما السلام کی ملت میں بھی تھی۔ غرض کہ نماز کا حکم سب پیغمبروں، سب امتوں کو یکساں لگاتار چلا آیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عددِ نماز یا وقتِ نماز میں تفاوت ہوا اس سے اصل فرضیت میں عبادت و زکوٰۃ کی کچھ خلل نہیں آتا ہے۔

(۳۵) قال تعالیٰ : وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا[2] یہ ذکر ہے اسمٰعیل علیہ السلام کا۔ یہ اپنے گھر والوں کو حکم نماز و زکوٰۃ کا کرتے تھے۔ یہ اللہ کو بہت پسند تھے۔ قبیلہ جرہم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ نماز، زکوٰۃ ان کے دین میں بھی تھی۔

(۳۵) قال تعالیٰ : فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا[3] پہلے دس پیغمبروں کا ذکر کیا تھا جن میں اول زکریا آخر ادریس علیہما السلام ہیں۔ پھر سب کی تعریف فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ ان کے بعد ایسے لوگ آئے جنھوں نے نماز کو برباد کردیا، شہوتوں کے پیچھے لگ گئے۔ یعنی نماز پڑھنا تو چھوڑ دیا شراب خوری، زنا کاری، حرام کام اپنے مزے کے لئے کرنے لگے۔ یہ جہنم میں جا دیں گے۔ غیّ نام ہے ایک جنگل کا جو دوزخ میں ہوگا۔ یا خائب۔ خاسر، ہالک ہوں گے۔ کچھ

---

[1] مریم ۳۱ [2] مریم ۵۵ [3] مریم ۵۹۔

جو ترک نماز، اتباعِ شہوات کا نتیجہ انجام کو یہی ہلاکت ابدی و عذاب دائمی ہے۔ حدیث میں آیا ہے ایسے خلف نا خلف ساٹھ برس بعد پیدا ہوئے (اخرجہ ابن حبان واحمد والحاکم وصححہ والبیہقی وغیرہم عن ابی سعید الخدری)

دوسری حدیث میں آیا ہے ہلاک ہوں گے میری اُمّت میں سے اہلِ کتاب و اہل لبن! پوچھا اہل کتاب کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جو کتاب سیکھ کر ایمان والوں سے لڑتے، مجادلہ کرتے ہیں۔ کہا اہل لبن کون ہیں؟ فرمایا جو شہوتوں کے پیچھے پڑے ہیں، نماز برباد کرتے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد نے عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے۔ حاکم نے اس کو صحیح بتایا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو کوئی قرآن یا حدیث کی کتاب پڑھ کر ہر وقت اہلِ ایمان سے مناظرہ، مکابرہ، مجادلہ کرتا ہے وہ ہالک ہے جس طرح آج کل بدعتی مولویوں، نقیروں کا حال ہے۔

اسی طرح جو کوئی شراب وزنا، گانے بجانے، کھیل تماشے وغیرہ میں مبتلا رہتا ہے اور نماز سے بے خبر ہے یعنی سرے ہی سے نہیں پڑھتا یا آخر وقت پر دیر لگا کر پڑھتا ہے وہ بھی ہالک ہے۔ نماز سے بے خبری یہی ہے کہ سُستی، کاہلی سے پڑھے، دیر لگا کر بے وقت ادا کرے، کبھی پڑھے کبھی اُڑا دے، یا فقط رمضان و عیدین پڑھے، پھر خبر نہ ہو یا پانچ نمازوں کی جگہ دو یا تین یا چار نماز پڑھے باقی چھوڑ دے۔ جس طرح بعضے آدمی صبح شام کی نماز پڑھتے ہیں باقی خیر سلاّ۔ سو یہ سب ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۳۷) قال تعالیٰ: فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ[1] موسیٰ علیہ السلام کو جب وادیٔ مقدس میں نبوّت دی گئی تو پہلا حکم یہی ہوا کہ خاص مجھ کو پوجو، دوسرے کی عبادت نہ کرو، نماز میری یاد کے لئے قائم رکھو۔ معلوم ہوا کہ نماز کا پڑھنا خدا کا یاد کرنا ہوتا ہے۔ ہر آدمی سے ہر وقت ذکرِ خدا نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے خاص وقت بتا دیئے کہ اور زیادہ نہ ہو تو اتنا تو کرو کہ وقت معین پر اپنے رب کو یاد کر لیا کرو۔

---

[1] طٰہٰ ۱۴۔

اتنا ہی غنیمت ہے۔

(۳۸) قال تعالیٰ: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى[1] رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا: کہ تم اپنے گھر والوں کو یا ساری امت کو حکم دو کہ نماز پڑھیں۔ نماز کی محافظت پر صبر کریں۔ اس لئے کہ نماز فحشاء و منکر سے روکتی ہے۔ ہم تم سے کچھ رزق نہیں مانگتے بلکہ خود تم کو رزق دیتے ہیں۔ عاقبت اہلِ تقویٰ کے لیے ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے پر ہمارا ہی بھلا ہے۔ خدا کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ہم نماز پڑھیں گے، خدا سے ڈریں گے، تو ہمارا ہی انجام اچھا ہوگا۔ ہم کو جنت ملے گی۔ نہ پڑھیں گے تو دوزخ پہلے سے تیار ہو چکی ہے۔

(۳۹) وقال تعالیٰ: وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ[2] اوپر ذکر ابراہیم و لوط و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام کا کرکے ان کو صلحاء و ائمہ و ہداۃ ٹھہرا کر یہ فرمایا کہ ہم نے ان کو سندیسہ دیا اچھے کام کرنے، نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کا۔ پھر یہ سب کے سب ہمارے مطیع تھے۔

معلوم ہوا کہ مرتبہ صلاح و امامت و ہدایت کا انھیں کاموں کے طفیل میں ان کو ملا تھا۔ یہ سب بڑے نمازی، بڑے زکوٰۃ دینے والے تھے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں دیکھو نماز و زکوٰۃ کا حکم ساتھ ہے۔ اول عبادت بدنی ہے دوم عبادت مالی ہے۔

(۴۰) قال تعالیٰ: وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ[3] اوپر کہا تھا یہ لوگ جب یاد کرتے ہیں خدا کو تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں۔ جو مصیبت ان کو پہنچتی ہے اس کو سہ لیتے ہیں۔ نماز پر قائم دائم ہیں۔ ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں۔ یہاں بھی نماز و نفقہ کو یکجا ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ فرضیت میں ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

---

[1] طٰہٰ ۳۲ [2] انبیاء ۷۳ [3] حج ۳۵

(۴۱) وقال تعالیٰ: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ[۱]

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر جگہ دیں ہم اُن کو زمین میں تو قایم کریں یہ نماز کو، دیں زکاۃ کو، حکم کریں نیک کام کا، روکیں برے کام خلافِ شرع امر سے۔ سب کاموں کا رجوع خدا ہی کی طرف ہے۔

اس آیت میں سارے والیانِ ملک اور اہلِ علم اور سارے نمازی لوگ داخل ہیں۔ جس کو جتنی قدرت حاصل ہو۔ اگرچہ نزول اس آیت کا حق میں صحابہ اور تابعین کے ہے۔

(۴۲) قال تعالیٰ: فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ[۲]

اوپر یہ ذکر تھا کہ یہ ملت تمھارے باپ ابراہیمؑ کی ہے۔ تمھارا نام مسلمان انھیں نے اوّل سے رکھا ہے تاکہ رسول تمھارے گواہ ہوں اور تم لوگوں کے گواہ ہو۔ سو تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو، اللہ کو پکڑے رہو۔ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے سے مسلمانی قائم رہتی ہے۔ ان کے ترک کرنے سے پھر کوئی گواہ مسلمانی کا نہیں بنتا۔

(۴۳) قال تعالیٰ: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝[۳]

مراد کو پہونچے وہ ایمان لانے والے جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں، بیہودہ باتوں سے علٰحدہ رہتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ستر کو نگاہ رکھتے ہیں۔ مگر بیویوں، لونڈیوں سے ان پر کچھ ملامت نہیں ہے۔ جو سوا اس کے تلاش کرے وہی ہے حد سے آگے بڑھنے والا۔ امانت

---

[۱] الحج ۴۱ [۲] الحج ۷۸ [۳] مؤمنون ۱

اور عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ نماز کو نگاہ رکھتے ہیں۔ یہی ہیں وارث فردوس کے۔ یہ
اسی میں ہمیشہ کو رہ پڑے۔

معلوم ہوا کہ مفہوم ایمان میں، عمل صالح داخل ہے۔ خشوع دل کا کام ہے یعنی مطلب
یہ کہ نماز میں خوف ہو، ڈر ہو۔ کبھی یہ لفظ جوارح پر بھی بولا جاتا ہے۔ یعنی ظاہر و باطن دونوں
سامنے خدا کے نماز میں ذلیل ہوں۔ علماء نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ ہر شخص کی نماز اتنی ہی
مقبول ہوتی ہے جتنی اُس نے سمجھ کر پڑھی ہے۔ جو غفلت اور بے خبری سے ادا کی ہے وہ
مقبول نہیں ہوتی۔

لغو سے مراد ہر باطل و لہو و ہزل و معصیت ہے۔ قول ہو یا فعل، اس لغو سے ہر حالت
میں بچنا ضرور ہے۔ خصوصاً حالتِ نماز میں۔ زکوٰۃ کا نکالنا بھی مثل نماز کے فرض عین ہے۔
بی بی لونڈی کے سوا دوسرے سے خبر ہونا حرام ہے۔ خواہ اس طرح پر ہو کہ چار سے زیادہ
نکاح کرے یا اس طرح کہ متعہ کرے، یا زنا میں پھنسے۔

امانت و عہد میں ہر عہد خدا و خلق کا داخل ہے۔ خیانت کرنا اس میں حرام ہے۔ اللہ
کی امانت یہ ہے کہ فرائض و واجبات بجالائے۔ محرمات و مکروہات سے الگ رہے۔ خلق کی امانت
یہ ہے کہ جس کا جتنا حق اس پر واجب ہے وہ اس کو دیوے۔ دوسرے کے حق میں دست اندازی
نہ کرے۔

حفاظت نماز کی یوں ہوتی ہے کہ ہر نماز کو اوّل وقت پر ٹھیک ٹھیک پڑھے۔
قرأت، رکوع، سجدہ، اذکار اچھی طرح ادا کرے۔ یہ نہ ہو کہ جو کچھ پڑھا اور کیا اس کی خبر
نہ رکھے۔ جس نے یہ چھ کام کئے وہ مومن ہے۔ اسی کو فردوس ملے گی۔ اس آیت شریف میں
دوبار نماز کا ذکر کیا۔ ایک بار خشوع و خضوع کے ساتھ۔ دوسری بار حفاظت کے ساتھ
معلوم ہوا کہ نماز جب قبول ہوتی ہے کہ ہمیشہ پڑھے۔ پھر واجبات و سنن وغیرہ کو بھی نگاہ
رکھے۔ پھر دل اور اعضاء سے بھی خوف و دہشت ظاہر ہو۔ معلوم ہوا کہ بے نماز و بے زکوٰۃ
کا ایمان درست نہیں ہوتا ہے۔

(۴۴) قال تعالیٰ: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ[1]

یعنی یہ لوگ جو مسجدوں میں بیٹھ کر صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ان کو تجارت و لین دین کرنا خدا کی یاد و نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتا۔ یہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن میں دل اور آنکھیں لوٹ پوٹ ہو جائیں گی۔ معلوم ہوا کہ نماز و زکوٰۃ ان کو بھی معاف نہیں ہے جو رات و دن سوداگری، خرید و فروخت، فکر معاش میں مشغول رہتے ہیں۔ بالکل بے فرصت ہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کی یہ تعریف فرمائی کہ یہ صبح و شام تو مسجد میں بیٹھ ذکر تسبیح کیا کرتے ہیں۔ باقی اوقات شغل میں بھی نماز و زکوٰۃ کو نہیں چھوڑتے۔ خدا سے ڈرا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز و زکوٰۃ کی فرضیت میں سب چھوٹے بڑے برابر ہیں کیا رئیس کیا خسیس۔

(۴۵) قال تعالیٰ: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ[2]۔ اوپر یہ ذکر تھا کہ جتنی خلق آسمانوں، زمینوں میں ہے وہ سب خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ پرندے ہوا میں پر پھیلائے ہوئے اُڑتے پھرتے ہیں۔ ہر ایک نے ان میں سے اپنی نماز و تسبیح معلوم کر رکھی ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز کچھ نوع انسان ہی پر فرض نہیں ہے۔ بلکہ ساری کائنات بھی نماز پڑھتی، تسبیح کرتی ہے۔ گو ان پر فرض نہیں ہے اور گو ہر خلق کی نماز اور شکل پر کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ شعور دار اور بے شعور کی تکلیف الگ الگ ہے۔ مثلاً پرندوں کی نماز یہی پر کھول کر اُڑتا ہے۔ پہاڑ کی نماز بیٹھا رہنا ہے۔ گاؤ، بیل وغیرہ چوپایوں کی نماز رکوع میں چلنا پھرنا ہے۔ جس درخت کی بیل چلتی ہے، اس کی نماز سجدہ کرنا ہے۔ آدمی کی نماز میں سب کی نماز جمع کر دی گئی ہے اس لئے یہ اشرف مخلوقات، اکرم کائنات ٹھہرا۔ جنت کا مستحق ہوا۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ انسان تو باشعور ہو کر اپنا فرض ادا نہ کرے، کائنات بے شعور ہو کر بھی عبادت، نفل، نماز تطوع بجا لائے۔ ایسے ہی آدمیوں کے حق میں آیا ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ یعنی اب یہ بے نماز روزہ وغیرہ ہو کر نیچے سے نیچے طبقہ کے جہنم

---

[1] النور ۳۷۔ [2] النور ۴۱۔

میں پھینک دیے گئے۔ پہلے انسان تھے۔ اب حیوان سے بھی بدتر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہ۔

(۴۶) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝[۱] قائم کرو نماز کو، دو زکوٰۃ کو، تابعدار رہو رسول کے۔ شاید تم پر رحم کیا جاوے۔ معلوم ہوا کہ بعد نماز و زکوٰۃ فرض کے اطاعتِ رسول بھی ہر کام میں فرض ہے۔ صیغہ امر کا واسطے وجوب کے آتا ہے۔

اطاعت رسول کی بے اس کے نہیں ہو سکتی ہے کہ جو احوال و اعمال و افعال و اخلاق و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب سنت صحیحہ میں درج ہیں۔ ان کو معلوم کر کے ان پر جہاں تک بن سکے عمل کرے۔ کسی کے قول و فعل و رائے و اجتہاد و قیاس کو کسی آیت یا حدیث پر بصورت مخالفت دلیل کے ترجیح نہ دے۔ ورنہ پھر یہ اسی شخص کا مطیع ہو گا۔ نہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع۔

(۴۷) وقال تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝[۲] یعنی یہ آیتیں ہیں قرآن و کتاب مبین کی۔ ہدایت و بشارت ہیں ان ایمان والوں کے لئے جو قائم رکھتے ہیں نماز کو۔ دیتے ہیں زکوٰۃ کو۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ انتفاع قرآن پاک سے انھیں لوگوں کو ہے جو نمازی، زکوتی ہیں۔ جو ایسے نہیں ہیں اُن کو قرآن پاک سے کچھ بھی فائدہ نہیں ملتا ہے۔ نماز و زکوٰۃ ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ کے کلام سے ایک طرح کا علاقہ منفعت و ہدایت و بشارت کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا فضیلت نماز و زکوٰۃ کی ہو گی۔

(۴۸) قال تعالیٰ: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ[۳] یعنی قائم کرو نماز کو۔ نماز روکتی ہے فحشا و منکر سے۔ فحشاء کہتے ہیں ہر بُرے کام کو۔ جیسے زنا، چوری، شراب خمری، گالی گلوچ، گانا بجانا۔ منکر کہتے ہیں ہر خلاف شرع کام کو جو دین میں معروف نہیں

---

[۱] النور ۵۶ [۲] النمل ۳۔ [۳] عنکبوت ۴۵۔

ہے۔ جیسے بدعات حسنہ وغیرہ۔ گناہ صغیرہ وکبیرہ۔ نماز سے مراد اس جگہ فرض نماز ہے جو جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔

ابن عباس وابن مسعود نے کہا نماز میں روک ٹوک ہے گناہوں سے۔ عمران بن حصین کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا من لم تنھہ صلاتہ عن الفحشاء والمنکر فلا صلاۃ لہ۔ اس کو ابن مردویہ وابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ عبد بن حمید، وابن جریر وبیہقی نے روایت اس کی حسن سے کی ہے۔ خطیب نے بھی ابن عمر سے مرفوعًا مانند اس کے نقل کیا ہے۔ واخرج عبد بن حمید وغیرہ عن ابن مسعود مرفوعا نحوہ قال السیوطی سندہ ضعیف۔ یعنی جس کو اس کی نماز گناہان کبیرہ وغیرہ سے نہ روکے تو اس کی نماز نہ ہوئی۔

حدیث مرفوع ابن عباس میں یوں آیا ہے کہ من لم تنھہ صلوتہ عن الفحشاء والمنکر لم یزدد بھا من اللہ الا بعدا اخرجہ الطبرانی وغیرہ یعنی جس کو نماز نے فحشار ومنکر سے نہ روکا وہ جتنی نماز پڑھے گا اتنا ہی خدا سے دور پڑے گا۔ اہل علم نے کہا ہے جو شخص نماز پر مداومت کرتا ہے یہ نماز اس کو خواہی نہ خواہی ترکِ معاصی وسیئات پر آمادہ کرتی ہے۔

حضرت انس رض کہتے ہیں۔ ایک جوان انصاری ہمراہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نماز پڑھا کرتا تھا۔ کوئی چیز فواحش میں سے نہ چھوڑتا مگر سب کو کرتا۔ اس کا ذکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیا۔ فرمایا: اِنّ صلوٰتہ ستنھاہ یوما یعنی قریب ہے کہ ایک دن یہ نماز اس کو ان بُرے کاموں سے روک دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ بہت جلد تائب ہو گیا۔ سارا حال اس کا سنور گیا۔

بعض سلف جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تھے تو رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ بدن کانپنے لگتا تھا۔ کسی نے کہا یہ کیا حال ہے؟ کہا: میں سامنے خدا کے کھڑا ہوتا ہوں۔ جب دُنیا کے بادشاہوں کے سامنے یہ حال ہو جاتا ہے تو پھر سامنے شاہنشاہ مالک الملوک، ذوالجلال کے کیوں نہ ہو۔

اسی طرح کی ایک حکایت امام زین العابدین علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ سو ایسی ہی نماز فحشاء و منکر سے روکا کرتی ہے۔ نہ وہ نماز جس میں فقط اسقاط تکلیف پر نظر ہے۔ نہ اس میں خشوع خضوع ہے نہ تذکر نہ فضائل۔ جیسے ہم لوگوں کی نماز۔ ایسا نمازی وہیں جاکر ٹھہرتا ہے جہاں کہیں کہ نماز اس کی اس کو ٹھہراوے۔ اگر مرتکب معاصی کا ہے تو یہ نماز اس کو خدا سے بہت دور پھینک دیتی ہے۔ ؎

تو کے بدولت ایشاں رسی کہ نتوانی　　　جز ایں دو رکعت و آں ہم بصد پریشانی

کسی نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ فلاں آدمی بہت نمازی ہے۔ کہا: یہ نماز اس کے کچھ کام نہیں آتی جب تک کہ وہ اطاعت نہ کرے۔ یعنی اسی طرح پر نہ پڑھے جس طرح کا حکم ہے۔ بہرحال نمازی پھر بھی فحشاء و منکر سے دور ہی رہتا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو بالکل ہی نماز نہیں پڑھتا۔

پھر اس آیت کے آخر میں فرمایا: وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ یعنی اللہ کا یاد کرنا زبان و دل سے سب سے بڑھ کر ہے۔ یعنی فحشاء و منکر سے روکنے میں۔ معلوم ہوا کہ ہر گناہ سے بچنے میں اصل اللہ ہی کا ذکر ہے۔ اسی ذکر کا ایک جز نماز بھی ہے۔ سو جو شخص گناہ سے بچنا چاہے اس کو چاہیے کہ اللہ کا ذکر بہت کرے۔ نماز اچھی طرح پڑھے۔ کیونکہ جس کو خدا یاد رہتا ہے وہ گناہ کرتے وقت خدا کو یاد کرکے اس گناہ سے رُک جاتا ہے۔

ذکر کی فضیلت میں بے گنتی حدیثیں آئی ہیں۔ عذابِ الٰہی سے کوئی چیز اتنا نہیں بچاتی، جتنا یہ ذکر بچاتا ہے۔ دل کا ذکر یہ ہے کہ خدا کی قدرتوں پر فکر کرے۔ اس کے صنائع بدائع، اُس کی کاریگری دیکھے۔ ہر کام ہر بات پر اُس کے وعدے وعید کو یاد کرے۔ وعدے کی بات کو بجالائے۔ وعید کے کام کو ڈر کر چھوڑ دے۔ زبان کا ذکر یہ ہے کہ تسبیح، تحمید، تہلیل و تکبیر و حوقلہ و استغفار و دُعا کرتا رہے۔

(۴۹) قال تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اوپر کہا تھا کہ یہ آیتیں ہیں کتاب حکمت والے کی۔ ہدایت و رحمت

ہیں واسطے احسان والوں کے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قائم رکھتے ہیں نماز کو۔ دیتے ہیں زکوٰۃ۔ آخرت پر ان کو یقین ہے۔

معلوم ہوا کہ جو نماز پڑھے گا، زکوٰۃ دے گا، وہی آخرت پر بھی یقین رکھے گا۔ بے نمازی، بے زکوٰتی گویا قیامت کا منکر ہوتا ہے۔ نیچریہ کو دیکھو جب سے انھوں نے اہتمام نماز و زکوٰۃ کا چھوڑ دیا ہے، آخرت کا بھی کھلم کھلاّ انکار کرنے لگے ہیں۔ بہت ہوا تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ معاد روحانی ہوگا نہ جسمانی۔ ایک جہان اسی خیال فاسد کی بنیاد پر دین سے دست بردار ہو کر بندۂ درہم و دینار بن گیا ہے۔ اِنّا للہ۔ کیا جس نے پہلی بار ہم کو بنایا تھا وہ اب دوسری بار ہم کو نہیں بنا سکتا۔ پہلے کہاں سے یہ قدرت اس کو حاصل ہوئی تھی۔ جواب جاتی رہی۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ع نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول۔

اس آیت کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ یہی نمازی، زکوٰتی، آخرت کے قائل خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ یہی نجات پانے والے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر بے نماز، بے زکوٰۃ، منکر آخرت گمراہ ہے۔ ان کو نجات نہ ملے گی۔

(۵۰) قال تعالیٰ: یَا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ[1] لقمان حکیم بڑے صالح، عقل مند آدمی تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں کیں۔ خدائے تعالیٰ نے ذکر ان نصائح کا قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ سبحان اللہ اس ناصح و نصیحت کو کیا قبولیت ملی کہ خالق نے مخلوق کے کلام کو معرض وعظ میں بطورِ سند ذکر کیا۔ روایت اکابر عن الاصاغر اسی کو کہتے ہیں۔

ان نصائح میں سب سے پہلی نصیحت یہی تھی کہ تو نماز پڑھا کر۔ معلوم ہوا کہ نماز سارے اچھے کاموں سے افضل ہے۔ کوئی عبادت اس کے برابر نہیں ہے۔ نہ کوئی عمل اس کو پہنچ سکتا ہے۔ نماز کے بعد ایک نصیحت یہ بھی کی کہ اچھی بات سکھا۔ بری بات سے روک۔ مصیبت پر صبر کر یہ صبر کرنا عزائم امور سے ہے۔ یعنی بڑے ارادے و ہمت کا کام ہے۔ اس کے بعد یہ نصیحت کی

---

[1] لقمان ۱۷

تھی کہ تو اپنا گال لوگوں کے لئے لال نہ کر۔ یعنی تجبّر نہ کر۔ اُن سے مُنہ کو نہ پھیر۔ زمین میں اِترا کر نہ چل۔ اللہ کسی اترانے والے، بڑائی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ بیچ کی چال چل۔ آواز کو داب۔ بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔ بیچ کی چال سے اگرچہ اس جگہ رفتار مُراد ہے کہ نہ بہت جلدی چلے نہ بہت آہستہ۔ مگر میانہ روی کی چال ہر کام میں محمود ہوتی ہے۔ افراط و تفریط ہر امر میں مذموم ہوتا ہے۔ جو شخص نمازی ہوتا ہے وہ ان نصیحتوں پر بھی چلتا ہے ورنہ خیر سلا۔

(۵۱) قال تعالیٰ: وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ؕ[1] اوپر یہ ذکر تھا کہ خدا نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو یہ خطاب کیا ہے کہ جو کوئی بی بی تم میں سے اللہ ورسول کی اطاعت کرے گی، عمل صالح بجالا وے گی، اس کو ہم دُگنا اجر دیں گے۔ ہم نے اس کے لئے رزق کریم یعنی جنّت تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم ویسی نہیں ہو جیسی اور عورتیں ہیں۔ تم کو اگر خدا کا ڈر ہے تو تم نرم بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے کہیں وہ طمع کرنے لگے۔ تم اچھی بات کہو اپنے گھروں میں بیٹھی رہو، جاہلیت کی طرح پر بن ٹھن کر باہر نہ چلو پھرو۔ نماز قائم رکھو۔ زکوٰۃ دو۔ اللہ ورسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا تھا کہ تمھاری ناپاکی دور کرے۔ تم کو پاک صاف بنا دے۔ اس آیت سے اگرچہ مراد ازواج مطہرات ہیں مگر فاطمہ و امام حسن و امام حسین و علی مرتضیٰ اور ان کی اولاد بھی اس میں داخل شامل ہیں۔

معلوم ہوا کہ پاکی گناہ سے یوں ہی حاصل ہوتی ہے کہ نماز و زکوٰۃ ہو۔ عورتوں کے لئے علاوہ نماز و زکوٰۃ کے دو ایک حکم اور بھی ارشاد فرما دئے۔ ایک یہ کہ اجنبی مرد سے نرم بات نہ کریں۔ کرخت بات کیا کریں۔ تاکہ فاسق فاجر کو ان پر طمع گناہ کی نہ ہو۔ نرم بات کرنے سے فاسق ملاوٹ کرنے لگتا ہے۔ ملاوٹ کرنے سے اندیشہ وقوع گناہ کا ہوتا ہے۔ دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ گھروں میں رہو۔ باہر نہ جاؤ۔ زینت کرکے گھر سے باہر نہ نکلو جس طرح

[1] الاحزاب ۳۳

جاہلیت یعنی غیر ملت اسلام کی عورتیں بن ٹھن کر باہر پڑی پھرتی ہیں۔

یہ حکم ہے پردہ کرنے کا۔ازواج مطہرات پر یہ پردہ فرض تھا۔ امت کی بیویوں پر بھی مستحب ہے۔ سوا اسلام کے کسی قوم میں عورتوں کا پردہ نہیں ہے۔ کیا اہل کتاب، کیا مجوس، کیا ہنود، کیا اور کوئی۔ اسی سبب سے ان اقوام میں زنا بھی بہت ہوتا ہے۔ بے حیائی بھی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اب اس امت میں بھی بعض جگہ یہ وتیرہ نکلا ہے کہ بی بیاں، بازار، باغ، میلے کی سیر کو جاتی ہیں۔ گو سواری ہی میں کیوں نہ جاویں۔ سو یہ بالکل خلاف شرع بات ہے۔ ایسے کاموں کے کرنے سے دین میں بٹا لگتا ہے، نماز روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ انتہٰی۔

(۵۲) قال تعالیٰ: [1] فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

یعنی نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، اللہ و رسول کی اطاعت کرو، معلوم ہوا کہ نمازی، زکوٰتی۔ خدا و رسول کا مطیع ہوتا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتا، زکوٰۃ نہیں دیتا وہ نافرمان ہے، گو آپ کو مسلمان سمجھے یا کلمہ پڑھے۔

(۵۳) قال تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [2]

اے ایمان والو جب اذان ہو دن جمعہ کے تو دوڑو طرف ذکر خدا کے اور چھوڑو بیچنا کھوچنا! تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ پھر نماز ہو چکے تو چلو پھرو زمین میں۔ ڈھونڈو فضل اللہ کا یعنی رزق۔ بہت یاد کرو خدا کو شاید تمہارا چھٹکارا ہو۔

اس آیت شریف میں حکم ہے نماز جمعہ کا۔ بالتخصیص یہ نماز بھی مثل نماز پنج وقتی کے فرض عین ہے۔ جو ساری نمازوں کا حکم ہے وہی اس نماز کا بھی ہے۔ دو آدمی سے اس کی

---

[1] المجادلۃ ۱۳ [2] الجمعۃ ۹

جماعت بھی ہو جاتی ہے۔

جس جگہ نماز ظہر فرض ہے وہاں جمعہ بھی فرض ہے۔ دارالاسلام ہو یا دارالحرب۔ سوا دو خطبوں کے اور کچھ فرق اس کو نماز پنجگانہ سے حاصل نہیں ہے۔ یہ شروط جو بعض اہل رائے وغیرہ نے نکالے ہیں کہ بڑا شہر ہو۔ اس شہر میں خلیفہ، امام یا اُس کا نائب یا قاضی ہو، اتنی جماعت ہو، ایسی مسجد ہو، بالکل بے بنیاد ہیں۔

جمعہ کے ہمراہ نماز ظہر کا پڑھنا دونوں نمازوں کا برباد کرنا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے لئے شغل بیع مانع نہیں ہے۔ پس لین دین چھوڑ کر نماز جمعہ وغیرہ پڑھ جاوے۔ پھر اپنی دوکان داری کرتا رہے۔ یہ نہ کرے کہ سودے سلف کے پیچھے نماز جمعہ چھوڑ دے۔

حدیث میں آیا ہے جس نے تین جمعے ترک کئے اُس کے دل پر مُہر لگ جاتی ہے۔ نعوذ باللہ۔

(۵۴) قال تعالیٰ: اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ہ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ[1] اِس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ انسان حریص و تنگ دل پیدا ہوا ہے۔ جب اس کو کوئی برائی چھوتی ہے تو نالاں ہوتا ہے۔ جب بھلائی چھوتی ہے تو مانع بنتا ہے۔ مگر نمازی لوگ جو اپنی نماز پر قائم دائم ہیں۔ اُن کے مال میں سائل کا حق معلوم ہے۔

پھر بعد دو ایک آیتوں کے یہ فرمایا: یہ لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والے، زکوٰۃ دینے والے اس وصفِ حرص و تنگ دلی سے علیٰحدہ ہیں۔ نہ شر پر فریاد کریں نہ خیر سے مانع ہوں۔ قرآن شریف میں کہیں ہمراہ نماز کے لفظ اقامت آیا ہے۔ کہیں ذکر مداومت کا فرمایا ہے، کسی جگہ محافظت کرنا ارشاد کیا ہے۔ اس سے یہ نکلا کہ نماز کسی حالت میں چھوڑنا نہ چاہیئے۔ سب سے زیادہ اہتمام اسی عبادت کا رہے ورنہ پھر خانۂ ایمان میں گھوس لگ جاوے گی۔

(۵۵) قال تعالیٰ: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا[2]

---

[1] المعارج ۲۳ [2] المزمّل ۲۰۔

نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ دیا کرو۔ اللہ کو قرض دینا یہی ہے کہ اللہ کے لئے کسی مسلمان کی حاجت روائی کردے سود نہ لے۔ بے سودی قرض دے کر اس کا کام نکال دے۔

(۵۶) وقال تعالیٰ: فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهِ يَتَمَطّٰى أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى ثُمَّ أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى[۱] اوپر ذکر مرنے کا تھا، اس کے بعد یہ فرمایا کہ اس مرنے والے نے نہ تو تصدیق کی یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ نہ نماز پڑھی۔ بلکہ جھٹلایا۔ پیٹھ پھیری اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا، اتراتا چلا۔ خرابی ہو اس کی۔ یہ کلمہ چار بار فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بے نماز کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

(۵۷) قال تعالیٰ: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى[۲] یعنی جس نے زکوٰۃ دی۔ اللہ کا نام یاد کر کے نماز پڑھی، اس نے نجات پائی۔ وہ مراد کو پہنچا۔ معلوم ہوا کہ خاتمہ بالخیر، عاقبت محمود ہونے کے لئے کوئی چیز نماز و زکوٰۃ سے بہتر نہیں ہے۔

(۵۸) قال تعالیٰ: أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهٰى عَبْدًا إِذَا صَلّٰى[۳] تو نے دیکھا اس آدمی کو جو منع کرتا ہے نمازی بندے کو۔ مراد اس آدمی سے ابو جہل ہے۔ عبد سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ آیت اگرچہ خاص ہے مگر حکم اس کا عام ہے۔ یعنی جو کوئی شخص، جس کسی آدمی کو نماز سے منع کرتا ہے وہ ابو جہل کا بھائی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے تھے۔ شریک الوہیت و ربوبیت نہیں تھے۔ بشر تھے۔ کچھ فرشتے، جن نہیں تھے۔ ہماری طرح ان پر بھی خدا کی عبادت کرنا فرض تھا۔ جو کوئی یہ کہے کہ میں ولی اللہ ہوں۔ مجھ سے نماز، روزہ وغیرہ ساقط ہے، وہ جھوٹا ہے۔ تکلیف شرعی اگر کسی کو دنیا میں معاف ہوتی تو سب سے زیادہ مستحق اس کے پیغمبر لوگ تھے۔ نہ امراء، فقراء۔

(۵۹) قال تعالیٰ: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ[۴] ان کو کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے مگر اسی بات کا کہ یہ عبادت کریں خدا کی خالص بن کر۔ یکسو ہو کر نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ یہی ہے سیدھی ملت۔

---

[۱] القیامۃ ۲۲ [۲] الاعلیٰ ۱۵ [۳] علق ۸ - [۴] البینۃ ۵ -

معلوم ہوا کہ نماز و زکوٰۃ انھیں سے بنتی ہے جو اپنے دین میں مخلص ہیں ۔ جیسے مسلمان لوگ ۔ جو مخلص نہیں ہے وہ نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ زکوٰۃ دیتے ہیں ۔ گویا اخلاص اور نماز و زکوٰۃ کا ساتھ ہے۔

(۶۰) قال تعالیٰ : فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ [1] پہلے فرمایا تھا کہ تو نے دیکھا اس آدمی کو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ یتیم کی پرورش نہیں کرتا نہ مسکین کے کھانا کھلانے پر جمتا ہے ۔ پھر یہ ارشاد کیا کہ خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں ۔ لوگوں کو دکھلاتے ہیں ۔ مدد کی چیز کسی کو نہیں دیتے ۔ یہ نماز منافقین، فاسقین کی ہے کہ ظاہر میں تو لوگوں کے دکھلانے سُنانے کو نمازی بنتے ہیں ۔ دل سے نماز نہیں پڑھتے ۔ پھر بے وقت پڑھتے ہیں ۔ جب دیکھا کہ وقت جاتا ہے تب کھڑے ہو کر جبراً، قہراً بدنامی سے بچنے کے لئے دو چار ٹکریں اوندھی، سیدھی لگالیں ۔ سمجھ لیا کہ ہم نے نماز پڑھ لی ۔ فرض ادا کر دیا ۔ پھر ان میں اگر کوئی کبھی وقت پر بھی کوئی نماز پڑھ نکلتا ہے تو پھر ارکان، اذکار اس نماز کے پورے پورے ادا نہیں کرتا ۔ یہ سب غفلت میں داخل ہے ۔

حدیث شریف میں آیا ہے اس امت میں ایسے امیر ہوں گے جو نماز کو مار ڈالیں گے ۔ یعنی آخر وقت پر پڑھیں گے ۔ سو ان کے لئے ویل نام کا ایک جنگل ہے اندر دوزخ کے ۔ یہ اس میں رہیں گے ۔ ہائے ہائے وائے وائے مچائیں گے ۔ معلوم ہوا کہ نمازی غافل دل بھی جہنم کی سیر کریں گے ۔ کچھ بے نمازیوں ہی پر موقوف نہیں ہے ۔

یہ آیت شریف بڑی خوفناک ہے ۔ ہر نمازی کو چاہیئے کہ اس آیت کو ہر وقت خصوصًا وقت نماز کے اپنے دل میں یاد کر لیا کرے ۔ پھر دیکھے کہ اس کی نماز کیسی ہے ۔ غافلانہ پڑھی ہے یا ریاکارانہ ؎

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز ۔۔۔ کہ در چشم مردم گزاری دراز

قرآن شریف میں یہ آیت آخر آیت ہے مقدمۂ نماز میں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر نمازی اسی طرح کے ہیں اسی لئے ان کی تنبیہ کے واسطے اس وعید پر سورہ کو ختم فرمایا ۔ اللّٰھم اھدنا ۔

---

[1] ماعون : ۵ ۔

(۶۱) وقال تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝[1] جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا، چاندی نہیں خرچ کرتے اُس کو راہِ خدا میں۔ تو بشارت سُنا اُن کو عذاب الیم کی جس دن، گرم کریں گے اُس کو آگ دوزخ میں۔ پھر داغ دیں گے اُس سے اُن کے ماتھوں، کروٹوں پیٹھوں کو۔ یہ ہے وہ مال جو جمع کیا تھا تم نے اپنی جانوں کے لیے۔ اب چکھو مزا اس خزانے کا۔

معلوم ہوا کہ جو کوئی زکوٰۃ مال کی نہیں دیتا ہے وہ جہنم میں جاوے گا۔ یہی مال اس کے لئے وبالِ جان ہو جاوے گا۔

(۶۲) قال تعالیٰ: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۝[2] اس آیت میں ذکر ہے مصرف زکوٰۃ کا، کہ ان جگہوں میں مالِ زکوٰۃ کو صرف کرے۔ ان کے سوا دوسری جگہ خرچ نہ کرے۔ ورنہ پھر زکوٰۃ فرض ادا نہ ہو گی۔ فصلِ زکوٰۃ میں شرح اس مصرف کی گزر چکی ہے۔

(۶۳) وقال تعالیٰ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ[3] لے تو ان کے مال میں سے زکوٰۃ، پاک صاف کر ان کو۔ دعا دے ان کو تیری دُعا اُن کے لیے تسکین ہے۔ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دینے سے طہارت حاصل ہوتی ہے۔ امام وخلیفہ کو چاہیے کہ جس سے زکوٰۃ لے اُس کو دعائے خیر دے۔

(۶۴) وقال تعالیٰ: وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ[4]۔ خرابی ہے ان مشرکوں کی، جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ معلوم ہوا کہ کفار بھی مخاطب بفروع ہیں اور

---

[1] التوبۃ ۳۵ [2] التوبۃ ۶۰ [3] التوبۃ ۱۰۳ [4] حم [illegible]

اور جو زکوٰۃ نہیں دیتا ہے وہ گویا مشرک کا سا کام کرتا ہے۔ دوزخیوں سے جب پوچھیں گے کہ تم سَقَر میں کیوں گر آئے؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ گپ شپ لگانے والوں کے ساتھ ہم بھی گپ شپ لگایا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ تینوں کام جہنم کے ہیں۔ ایسے کام کرنے والے دوزخ میں جاویں گے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ۔

جس قدر آیات اس جگہ لکھی گئی ہیں کہ ان کے سوا اور آیات میں بھی ذکر نماز و زکوٰۃ کا آیا ہے۔ سب کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ طول بہت ہوتا تھا۔ سمجھدار، ایمان دار، خدا ترس کے لئے اتنا ہی بہت ہے۔

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس است

ورنہ جاہل، بد دین کے لئے جس کو قیامت پر یقین نہیں ہے، وعدہ وعید پر بھروسہ نہیں ہے، ایک دفتر بھی کفایت نہیں کر سکتا۔ قرآن شریف میں ذکر نماز و زکوٰۃ کا یکجا بہت آیا ہے۔ ایسی آیتیں جن میں فقط ذکر زکوٰۃ کا ہو نماز کا نہ ہو بہت کم ہیں۔

فائدہ: نماز کے بعد اس جگہ ذکر روزے کا چاہئے تھا مگر بخیال ترتیب قرآنی کے اس جگہ آیات نماز و زکوٰۃ کو یکجا لکھا گیا۔ پھر آیات صوم کو پھر آیات حج کو ÷ ÷

فصل بیان میں آیات صوم کے

(۱) قال تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝[۱] اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جس طرح فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر شاید تم ڈرو۔ یہ دن ہیں گنے ہوئے پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں تو وہ اور دنوں میں روزہ رکھے۔ اور جن کو طاقت روزے کی نہیں ہے جیسے شیخ فانی نسخۂ فانیہ وہ ایک مسکین کو کھانا کھلاوے۔ پھر جس نے ایک مد سے زیادہ کھانا دیا یہ اس کے لئے بہتر ہوا۔ اور اگر تم روزہ رکھو گے تو تمھارے لئے بہتر ہوگا اگر تم جانتے ہو۔

اس آیت شریف سے فرضیت روزے کی معلوم ہوئی۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگلی امتوں پر بھی روزہ فرض تھا۔ گو عدد صوم میں کمی بیشی کیوں نہ ہو۔ پھر بیمار و مسافر کو اجازت دی کہ وہ حالت بیماری و سفر میں روزہ نہ رکھے۔ جب اچھا ہو یا سفر سے پھر کر آوے تب قضا کرلے۔ پھر بوڑھے مرد و عورت کو یہ حکم دیا کہ اگر روزہ نہیں رکھ سکتے ہو تو اس کا کفارہ دو۔ ایک محتاج کو ایک مد طعام کھلاؤ۔ اس سے کم نہ ہو، زیادہ کا اختیار ہے۔

(۲) قال تعالیٰ: فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝[۲]

---

[۱] البقرۃ ۱۸۳ [۲] البقرۃ ۱۸۴

جو کوئی حاضر ہو تم میں سے ماہِ رمضان میں یعنی اپنے گھر میں موجود ہو، سفر میں نہ ہو تو وہ روزہ رکھے۔ یعنی قضا نہ کرے۔ ہاں جو بیمار یا مسافر ہے وہ اور دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے نہ کہ مشکل۔ تم پوری کرو گنتی رمضان کی۔ اللہ اکبر کہو اس بات پر کہ اللہ نے تم کو ہدایت کی۔ شاید تم شکر گذار ہو۔

معلوم ہوا کہ مقیم کو بلا عذر افطار کرنا صوم کا جائز نہیں ہے۔ افطار کے لئے فقط دو ہی عذر ہیں۔ مرض و سفر۔ تکبیر سے مراد وہی تکبیر ہے جو رویت ہلال شوال سے کہی جاتی ہے۔

(۳) قال تعالیٰ: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ[۱]

حلال کیا گیا تمھارے لئے جماع عورتوں سے شبِ رمضان میں۔ وہ تمھارا لباس ہیں تم اُن کے لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ تم اپنی جان کی خیانت کرتے ہو یعنی تم سے ضبط نہیں ہو سکتا۔ سو تمھاری توبہ قبول کی۔ تمھارا قصور معاف کیا۔ اب تم اُن سے ملو جلو۔ جو اللہ نے تمھارے لئے لکھا ہے یعنی اولاد وہ ڈھونڈو۔ کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ کھل جاوے سفید ڈورہ فجر کا سیاہ ڈورے سے۔ پھر تم تمام کرو روزے کو رات تک یعنی غروب آفتاب تک جس کے بعد رات آتی ہے۔ اور مت میل جول کرو عورتوں سے جب کہ تم اعتکاف میں ہو اندر مسجدوں کے۔ یہ حدیں ہیں اللہ کی تم اُن کے پاس نہ پھٹکو۔ اللہ اپنی نشانیاں لوگوں کو بتاتا ہے شاید وہ ڈریں۔

---

[۱] البقرۃ ۱۸۷

پہلے اسلام میں وقت شب بماہ رمضان عورت سے جماع کرنا حرام تھا۔ جب ایک صحابی سے یہ کام ہوگیا تو یہ آیت اتری۔ اللہ تعالیٰ نے جماع کی رخصت بخشی۔ کھانے پینے کی اجازت صبح کاذب تک دی۔ عورتوں کو مردوں کا لباس ٹھہرایا۔ یعنی جس طرح چاہیں اُن سے لپٹیں، چمٹیں۔ کپڑے کی طرح اوپر نیچے اُن کو لپیٹیں، اوڑھیں۔ روزے کی حد، اعتکاف کا حکم بھی بتادیا۔ یہ بھی سُنا دیا کہ اس حد سے آگے نہ بڑھیں۔ ؎

بُلاتے ہیں تو مبارک تمھیں پہ اے توفیق زیادہ حد سے نہ بڑھ جائے حوصلہ دل کا

(۴) قال تعالیٰ: إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا[۱]

یہ مقولہ ہے حضرت مریم علیہا السلام کا کہ میں نے نذر کا روزہ رکھا ہے آج میں کسی سے بات نہ کروں گی۔ معلوم ہوا کہ اگلی امتوں میں بھی روزہ تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نذر کا روزہ رکھنا بھی درست ہے۔

فصل بیان میں آیاتِ حج کے

(۱) قال تعالیٰ: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ[۲] صفا و مروہ دو نشانیاں ہیں اللہ کی۔ پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اُس پر یہ کہ طواف کرے ان دونوں کا۔ اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدر دان ہے سب جانتا ہے۔

موضح القرآن میں لکھا ہے کہ صفا و مروہ دو پہاڑ ہیں مکے کے شہر میں۔ عرب کے لوگ

---

[۱] مریم ۲۶ ۔ [۲] البقرہ ۱۵۸

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے تھے۔ لیکن کفر کے وقت میں اکثر غلطیاں پڑ گئی تھیں۔ان دو پہاڑوں پر دو بُت دھرے تھے۔حج میں وہاں بھی سعی کرتے تھے۔ جب لوگ مسلمان ہوئے جانا کہ یہ بھی کفر کی غلطی تھی' اب وہاں نہ جانا چاہیئے۔اس پر یہ آیت اُتری۔معلوم ہوا کہ سعی کرنا ان دو پہاڑوں کے درمیان واجب ہے۔

(۲) وقال تعالیٰ : يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ[1] تجھ سے پوچھتے ہیں چاند کا نکلنا ، تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہیں واسطے لوگوں کے، اور واسطے حج کے۔معلوم ہوا کہ وقت حج کا یعنی احرام باندھنے کے مہینے اسی چاند سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۳) وقال تعالیٰ: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ[2]

پورا کرو حج اور عمرے کو اللہ کے لئے۔پھر اگر تم روکے گئے تو جو میسّر ہو قربانی بھیجو۔ اور حجامت نہ کرو سر کی جب تک پہونچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر۔جو کوئی تم میں مریض ہو یا اُس کو دُکھ دیا ہے اُس کے سر نے تو بدلہ دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا۔ پھر جب تم کو خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ لیوے عمرہ ملا کر حج کے ساتھ تو جو میسّر ہو قربانی پہونچا دے۔ پھر جس کو پیدا نہ ہو تو روزے رکھے' تین دن کے حج کے وقت میں، اور سات دن جب پھر کر جاؤ۔ یہ دس دن پورے ہوئے ۔ یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد الحرام میں رہتے نہ ہوں۔

اس آیت شریف میں حج کا حکم ہے۔ حج کا یہ طریق ہے کہ احرام باندھے دن عرفے کے

---

[1] البقرہ ۱۸۹ [2] البقرہ ۱۹۶۔

عرفات میں حاضر ہو۔ پھر وہاں سے چل کر رات مشعر الحرام یعنی مزدلفے میں رہے۔ پھر صبح عید کو منیٰ میں پہونچ کر کنکر پھینکے۔ حجامت کرکے احرام اُتارے۔ پھر مکے میں جاکر طواف کعبہ کرے۔ پھر صفا مروہ کے بیچ میں دوڑے۔ پھر منیٰ میں آوے۔ تین دن رہے، ہر روز کنکر پھینکے۔ پھر مکے جاکر طواف رخصت کرے پھر گھر کا راستہ لیوے۔

عمرے کا یہ طریق ہے کہ احرام باندھے جن دنوں میں چاہے، طواف کعبے کا کرے، صفا مروہ کے بیچ میں دوڑے۔ پھر حجامت کرکے احرام اُتارے۔

حج و عمرے میں قربانی ضرور نہیں ہے مگر کسی سبب سے سو اللہ تعالیٰ نے یہاں تین سبب ارشاد فرمائے۔ ایک یہ کہ بعد احرام باندھنے کے کوئی شخص روکا گیا مرض سے یا دشمن سے تو وہ کسی کے ہاتھ قربانی بھیج دے۔ جب مکے میں قربانی ذبح ہو تب احرام سے نکلے۔ پہلے حجامت نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ آزار سے یا سر کے بالوں سے عاجز ہو کر احرام میں حجامت کرے تو اُس کا بدلہ دے، یا قربانی پہونچائے، یا تین روزے رکھے یا چھ مسکین کو کھلا دے۔ تیسرا یہ کہ حج و عمرہ جُدا جُدا نہ کرے۔ ایک ہی سفر میں دونوں کو ادا کرے تو قربانی ضرور ہے۔ قربانی میسر نہ ہو تو دس روزے تین حج کے دنوں میں، سات پیچھے رکھے۔ قربانی کم سے کم ایک ہی بکری ہے واسطے ایک شخص کے۔ گاؤ یا اونٹ میں سات شخص شریک ہو سکتے ہیں۔ حج و عمرہ کے ملنے سے جو قربانی لازم آتی ہے وہ مکے کے رہنے والوں پر نہیں ہے۔ یہ مطلب ہے موضح القرآن کا۔

(۴) قال تعالیٰ: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ[۱] حج کے کئی مہینے ہیں معلوم۔ جس نے لازم کرلیا ان میں حج تو بے پردہ ہونا نہیں عورت سے اور نہ گناہ اور نہ جھگڑا کرنا حج میں۔ اور جو کچھ کروگے تم نیکی وہ اللہ کو معلوم ہے۔ لیا کرو خرچ راہ کا۔ بہتر خرچ راہ کا گناہ سے بچنا ہے اے عقلمندو!

یعنی حج کے لئے وقت احرام باندھنے کا غرہ شوال ہے۔ شب عید قرباں تک۔ اس سے پہلے

---

[۱] البقرہ ۱۹۷

بہتر نہیں۔ یہ حج وعمرہ احرام باندھنے سے لازم آجاتا ہے۔ احرام یہ ہے کہ نیت حج یا عمرے کی کرے۔ زبان سے پوری لبیک کہے۔ پھر احرام کے بعد مرد عورت سے پرہیز رکھے۔ ہر گناہ سے بچے۔ آپس میں جھگڑا نہ کرے۔ بدن کے بال نہ اتارے۔ ناخن نہ تراشے، خوشبو نہ ملے شکار نہ کھیلے۔ مرد بدن پر سئے کپڑے نہ پہنے۔ سر نہ ڈھاکے۔ عورت کپڑے پہنے، سر ڈھانکے، لیکن منہ پر کپڑا نہ ڈالے۔

کفار کی غلطی ایک یہ تھی کہ بغیر خرچ کے حج کو جانا ثواب گنتے تھے۔ مقدور رہتے ہوئے خرچ نہ لیتے تھے۔ توکل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مقدور ہو تو خرچ لے کر جاؤ۔ بڑا فائدہ یہ ہے کہ سوال نہ کرو۔ بھیک نہ مانگو۔

اس زمانے میں اکثر حاجی اسی طرح کے نظر آتے ہیں کہ یا تو کسی کی طرف سے حج بدل کو گئے ہیں، یا بھیک مانگ کر حج کا رستہ کاٹا ہے، سو حج بدل کا یہ حال ہے کہ قریب کی طرف سے تو درست ہے۔ اجنبی کی طرف سے ثابت نہیں۔ بھیک کا یہ حال ہے کہ دینے والے کو تنگ کر کے یہ مال لیا ہے، اس نے بھی ناخوشی سے دیا ہے، یا مالِ حرام سے۔ پھر حج کا شوق اس درجہ ہوتا ہے کہ راہ میں نماز کی بھی کچھ پروا نہیں ہوتی مگر حج کو چلے جاتے ہیں۔ سو ایسا حج ان کو بہت جلد جہنم تک پہونچا دیتا ہے۔

اللہ نے حج اس شخص پر فرض کیا ہے جس کو خرچ وسواری کا مقدور حاصل ہے۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ سوال کرتے ہوئے، بھیک مانگتے ہوئے حج کو جاؤ۔ کوئی مرد حج کو اس لئے بھی جاتا ہے کہ گھر میں لڑائی بھڑائی رہتی ہے، بیوی سے نہیں بنتی سو یہ حج بھی خالص نہ ہوا۔

اے آنکہ بسوئے کعبہ روئے داری	دانم کہ گزیدہ آرزوئے داری
زیں گونہ کہ تیز خرامی دانم	در خانہ زن ستیزہ خوئے داری

کوئی عورت حج کو اس لئے جاتی ہے کہ یہاں یار آشنا سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ یا خاوند سے طلاق نہیں مل سکتی۔ مکے میں پہونچ کر خوب کھل کھیلیں گے! واقع میں مکے کی خوب ہی قدر کی کہ جو کام گناہ کا یہاں نہ ہو سکے، وہ وہاں جا کر بے خوف، بے تکلف ہو کر کیا کرے۔

ہر گناہے کہ کنی در شب آدینہ بکن ۔۔۔ تاکہ از صدر نشینانِ جہنم باشی

(۵) وقال تعالیٰ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝[۱] تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات کا کہ تلاش کرو تم فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کو چلو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے، یاد کرو اس کو جس طرح تم کو سکھایا بتایا ہے۔ تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے۔

یعنی حج میں مال تجارت بھی لے جاؤ۔ روزی کمانے کو تو کچھ منع نہیں ہے۔ لوگوں نے اس میں شبہہ کیا تھا کہ شاید حج قبول نہ ہو اس پر یہ آیت اُتری۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مشعر الحرام کے پاس کچھ ذکر خدا کرنا ضروری ہے۔ یہ ذکر کرنا فعل نبوی سے بھی ثابت ہے مگر اس زمانے میں یہ سنّت بالکل متروک ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ مجمع حج وعمرے کا آج کل کثرت بدعات ومنکرات کے سبب سے ایسا ہو گیا ہے جیسے میلہ مکن پور، اجمیر کا۔ مگر کوئی عالم حرمین شریفین سانس تک بھی نہیں لیتا۔ انا للہ۔

(۶) وَقَالَ تَعَالَىٰ: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝[۲] پھر طواف کو چلو جہاں سے سب لوگ چلیں۔ گناہ بخشواؤ اللہ سے۔ اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ یہ بھی ایک کفر کی غلطی تھی کہ مکے کے رہنے والے عرفات تک نہ جاتے۔ اس لئے کہ عرفات حرم سے باہر ہے۔ حرم کی حد پر کھڑے رہتے۔ سو فرمایا کہ جہاں سب چلیں طواف کو تم بھی چلو۔ اگلی تقصیر پر نادم ہو۔

(۷) قال اللہ تعالیٰ: فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۝[۳] پھر جب پورا کر چکو تم اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے ہو تم اپنے باپ دادوں کو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ الیٰ قولہ تعالیٰ: وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۝[۴]

---

[۱] البقرۃ ۱۹۸ [۲] البقرۃ ۱۹۹ [۳] البقرۃ ۲۰۰ [۴] البقرۃ ۲۰۳

یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے، پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو دن میں یا جس نے دیر کی تو نہیں اس پر کچھ گناہ، جو کوئی ڈرتا ہے۔

ان آیتوں میں یہ فرمایا کہ کفر کے وقت دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر تین روز عید کے بعد خوشی کرتے، بازار لگاتے، اپنے باپ دادوں کی بڑائی بیان کرتے۔ اب اللہ نے اس کے بدلے میں تین دن ٹھہرنا مقرر کیا کہ اللہ کو یاد کرو ان دنوں میں دوپہر کو کنکر پھینکتے ہیں، ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے ہیں، بلکہ سوائے نماز، اور ہر وقت بھی۔ پھر اگر کوئی چاہے تو دو ہی دن رہے تو رخصت ہے مگر تین دن رہنا بہتر ہے۔

(۹) قال تعالیٰ: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا[1] بے شک پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے لئے یہی ہے جو مکے میں ہے۔ برکت والا۔ نیک راہ جہان کے لوگوں کو اس میں نشانیاں ہیں کھلی ہوئی، جگہ کھڑے ہونے ابراہیم علیہ السلام کی۔ جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا۔

یہود کو ایک شبہہ یہ بھی تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہمیشہ سے شام میں رہا۔ بیت المقدس کو قبلہ رکھا۔ تم مکے میں کعبے کو قبلہ کرتے ہو کیوں کر ابراہیم علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ سو اللہ نے فرمایا کہ ابراہیم کے ہاتھ سے اول عبادت خانہ اللہ کے نام کا یہی گھر بنا ہے۔ اس میں بزرگی کی نشانیاں، خوارق عادات ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں۔ اصل مقام ابراہیمؑ کا یہی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جس پر نقش قدم مبارک ابراہیم علیہ السلام کا ہے، اور حجر اسود جس کا وقت طواف کے بوسہ لیتے ہیں۔ یہ دونوں بہشت کے پتھر ہیں۔ دنیا میں سوا ان دونوں کے اور بہشت کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

(۱۰) قال تعالیٰ: وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ○ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○[2] اللہ کا فرض ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی

---

[1] آل عمران ۹۶ [2] آل عمران ۹۷

پاوے اس تک راہ۔ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پرواہ نہیں رکھتا سارے جہان کی۔

اس آیت شریف سے فرضیت حج کی نکلی اُس شخص پر جو طاقت حج کرنے کی رکھتا ہے۔

طاقت سے مراد زاد وراحلہ ہے۔ جس طرح حدیث مرفوع میں آچکا ہے۔ جس کے پاس یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اس پر حج کرنا فرض عین ہے مثل نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکوٰۃ دینے کے۔ منکر اس کی فرضیت کا کافر ہے۔ تارک اِس کا باوجود استطاعت کے مثل یہود و نصاریٰ کے ٹھہرایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تارک نماز عمداً، تارک روزہ عمداً، تارک زکوٰۃ عمداً کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تارک حج بھی عمداً کافر ہو جاتا ہے۔ یہ آیت بھی اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

(۱۱) قال تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ِۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ[1] جو لوگ منکر ہوئے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ادب والی مسجد سے جس کو ٹھہرایا ہے ہم نے واسطے سب لوگوں کے، برابر ہے اس میں لگا رہنے والا اور باہر کا۔ اور جو کوئی ارادہ کرے اس میں ٹیڑھی راہ کا شرارت سے چکھائیں گے۔

معلوم ہوا کہ مکہ میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ جو کوئی وہاں جا کر رہے یا حج و عمرے کے لیے جاوے اُس کو وہاں سے کوئی باہر نہ نکالے۔ جو کوئی ایسا کرے گا اُس کو عذاب دردناک کیا جاوے گا۔ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے مگر آج کل یہ بات ٹھہری ہے کہ موحد، متبع کو وہاں رہنے، بسنے، جمنے نہیں دیتے ہیں گو وہ کسی طرح کا فساد ظاہری، یا باطنی بھی، نہ کرے۔ اہلِ بدعت کیسے ہی نالائق، بددین کیوں نہ ہوں اُن سے کوئی تعرض نہیں کرتا، یہ اگر الحاد مصطلح قرآن نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ ع: چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ موضح القرآن میں کہا ہے: یعنی جنھوں نے لوگوں کا وہاں جانا بند کیا وہ سزا پاویں گے[2]

(۱۲) قال تعالیٰ: وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ

---

[1] الحج ۲۵ [2] یہ مؤلف مرحوم کے دور کی بات تھی اب الحمد للہ خلاف کتاب و سنت کسی بھی قول و عمل کے لئے کڑی نگرانی پائی جاتی ہے۔ (مرتب)

شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ[1] جب ٹھیک کر دیا ہم نے واسطے ابراہیم کے ٹھکانا اس گھر کا کہ شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو، پاک کر میرا گھر طواف کرنے والوں، کھڑے رہنے والوں، رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

کہتے ہیں کہ کعبہ شریف کی جگہ آگے سے ہی بزرگ تھی۔ پھر بعد مدتوں کے کچھ نشان اس کا باقی نہ رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا اُنھوں نے اس جگہ عمارت بنائی۔ پُرانی جگہ کو نیا کیا۔ ایک بادل غیب سے آکر کھڑا ہوا۔ اس کے سایہ پر لکیر ڈالی، بنیاد رکھی، اگلی امتوں میں رکوع نہ تھا۔ یہ خاص اسی امت میں ہے۔ تو خبر دے کہ آگے لوگ ہوں گے جو اس گھر کو آباد کریں گے۔ معلوم ہوا کہ یہ گھر سارے طائفین، راکعین، ساجدین کے لئے ہے۔ کچھ نرے مکے والوں ہی کا اجارہ اس میں نہیں ہے کہ وہ سوا اپنے یا اپنے میل جول کے لوگوں کے اور مسلمانوں کو خصوصًا اہل توحید وسنّت کو وہاں طواف، قیام، رکوع، سجود نہ کرنے دیں۔ بلکہ جس مسلمان کا جی چاہے وہاں جا کر، وہ عبادت کرے۔

بلکہ اِس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ مکّے کی شرک سے تطہیر چاہئے۔ سو اہل بدعت ونفاق جو طرح طرح کے شرک وکفر میں گرفتار ہوتے ہیں اُن کا نہ عقیدہ درست ہے نہ عمل۔ ان کو تو آجکل وہاں جگہ ملتی ہے۔ مکّے کو ان کے شرک و نفاق سے پاک نہیں کیا جاتا۔ جو مشرک نہیں ہیں، وہ وہاں سے نکالے جاتے ہیں۔ ٹھہرنے نہیں پاتے۔ ہجرت کرکے وہاں رہنے کا کیا ذکر ہے۔ فقط مناسک حج کا ادا کرنا بھی ان پر مشکل ہو جاتا ہے۔

اسی مدّت قلیل میں جو کہ زمانہ ادائے حج و عمرہ وزیارت نبوی کا ہوتا ہے باوجود ہزار خاموشی وسکوت کے اعدائے اسلام کی مخبری پر پکڑ دھکڑ شروع ہو جاتی ہے۔ ایران کے رافضی بے تکلف چلتے ہیں۔ حج وعمرہ بے تکلف اپنے طریقے پر آگے پیچھے، کھلم کھلا ادا کرکے چلے آتے ہیں۔ ان سے اہلِ مکّہ کچھ بھی تعرض نہیں کرتے۔ تعرّض کے واسطے خاص وہ گروہ حق پژوہ ہے جو خالص طریقہ مَا اَنَا علیہ واصحابی پر ہے۔ ان بچاروں کو وہاں تک پہونچنا، ادائے حج تک ٹھہرنا بھی ایک

---

[1] الحج ۲۶۔

مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ دل کھول کر عبادت کرنے کا کیا ذکر ہے۔

راہ محال وصل کا شاید لگے سراغ   کرتا ہوں سیر کوچہ مشکل کے آس پاس

(۱۳) قال تعالیٰ: وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ؕ[۱] پکار دے اے ابراہیمؑ لوگوں میں حج کو کہ آویں تیری طرف پاؤں چلتے اور ہر دُبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہوکر۔ ہر راہ دور دراز سے۔ معلوم ہوا کہ حج کرنا، پیادہ پا بھی درست ہے۔ اگرچہ سوار ہوکر آنا افضل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پہاڑ پر کھڑے ہوکر پکارا کہ اے لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تم حج کو آؤ۔ جن کی قسمت میں حج ہے انھوں نے باپ کی پشت میں لبیک کہا۔ ایک بار یا دو بار یا زیادہ۔ ہزاروں خلق اپنے شوق سے پیادہ پا آتی ہے۔ لیکن حج فرض تب ہے کہ سواری میسّر ہو۔ اگر مکہ معظمہ نزدیک ہے یا کسی آدمی کو چلنے کی عادت وطاقت ہے تو امام مالک کے یہاں اس کو بھی حج فرض ہے۔ مگر قول اوّل قوی ہے کیونکہ وہ عزیمت ہے یہ رخصت ہے۔

(۱۴) قال اللہ تعالیٰ: لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ؗ[۲] حاضر ہوں اپنے نفع کی جگہوں میں۔ پڑھیں نام اللہ کا۔ معلوم دنوں میں، ذبح پر چوپائے جانوروں کی، جو اُن کو دیئے ہیں، سو کھاؤ تم اس میں سے اور کھلاؤ بُرے حال کے محتاج کو۔ یعنی جو شکرانہ یا نفل کا ذبح ہو وہ آپ کھاوے، اور جو کسی قصور کا بدلہ ہو تو اس کو آپ نہ کھاوے۔

کئی دن سے مراد تین دن ذی الحجہ کے ہیں۔ دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ۔

ان دنوں میں بڑی قبولیت کا کام یہی ہے کہ اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے۔ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ؕ[۳] پھر نبیڑیں اپنا میل کچیل، پوری کریں اپنی منتیں، طواف کریں اس قدیم گھر کا جہاں سے حج شروع کرتے ہیں وہاں سے

---

[۱] الحج ۲۷   [۲] الحج ۲۸   [۳] الحج ۲۹۔

حجامت ناخن نہیں لیتے۔ بالوں میں تیل نہیں ڈالتے۔ عطر نہیں ملتے۔ ننگے بدن رہتے ہیں۔ جب دسویں تاریخ ہوئی سب کام ختم ہوئے، حجامت بنوا کر، غسل کر کے، کپڑے پہن کر طواف کو جاتے ہیں۔ جس کو ذبح کرنا ہے وہ پہلے ذبح کر لیتا ہے۔ جو نذر جس مراد کے لئے مانی ہے وہ ادا کرے۔ اصل نذر و منت اللہ کی ہے۔ اور کسی کی نہیں۔ مگر جب سمجھ ہو۔ ذٰلِکَ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ[1] یہ سن چکے اور جو کوئی بڑائی رکھے اللہ کے ادبوں کی سو وہ بہتر ہے اس کے لئے نزدیک اس کے رب کے۔

معلوم ہوا کہ جو کچھ آداب خدا و رسول نے عبادت حج وغیرہ کے سکھائے، پڑھائے، بتائے، جتائے ہیں ان میں ہرگز کوئی کسی طرح کی کمی و فرو گذاشت نہ کرے۔ اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھائے، نہ کچھ گھٹائے۔ جوں کا توں ہو۔ عبادت کو حج ہو یا نماز روزہ، یا زکوٰۃ پورا پورا اُتار دے۔ پھر دیکھے کہ کیسی قدر دانی اُس کی نزدیک خدا کے ہوتی ہے۔

(۱۵) قال تعالیٰ: ذٰلِکَ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ۝ لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۝ وَ لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا[2] یہ سن چکے پھر جو کوئی ادب رکھے، اللہ کے نام لگی چیزوں کا، سو یہ دل کی پرہیزگاری ہے۔ تم کو ان چوپایوں میں منافع ہیں، ایک ٹھہرے وعدے تک۔ پھر اُتار اُن کا قدیم گھر تک ہے۔ یعنی جتنے مویشی ہیں اُن کا حق یہی ہے کہ ان کو کام کے لئے لیجئے۔ پھر کعبے کے پاس لے جا کر چڑھا دیجئے، مگر یہ بات دشوار ہے، تو جہاں بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا۔ تو یہ اس بات کا نشان ہوا کہ اللہ کی نیاز کعبے کو چڑھائے، دور ہو یا نزدیک۔

پھر فرمایا کہ ہم نے ہر ایک فرقے کے لئے قربانی ٹھہرا دی ہے کہ یاد کریں وہ لوگ نام اللہ

---

[1] الحج ۳۰ [2] الحج ۳۲۔

کا ذبح پران چوپایوں کی جو ہم نے ان کو دیئے ہیں۔ تمھارا اللہ ایک ہی اللہ ہے۔ سو تم اسی حکم میں رہو۔ یعنی جانور ذبح کرنے کی نیاز اللہ کے لئے ہر دین میں عبادت رکھی گئی ہے۔ اس کے سوا اور کی نیاز میں ذبح کرنا اُس کے غیر کی عبادت ہو جاتی ہے تو یہ شرک ہوا اس لئے اس شرک سے منع کیا۔

(۱۶) وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ؀[۱] یعنی کعبے کے چڑھانے کے اونٹ ہم نے تمھارے لئے اللہ کی نشانی ٹھہرائی ہیں۔ ان میں تمھارا بھلا ہے۔ پڑھو تم ان پر نام اللہ کا قطار باندھ کر۔ پھر جب گر پڑے ان کی کروٹ، تو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھے ہوئے۔ اور بے قراری کرتے ہوئے کو۔ اسی طرح بس میں دے ہیں تمھارے یہ جانور کہ شاید تم احسان مانو۔

اونٹ کو ذبح کے بدلے نحر کرتے ہیں۔ قبلہ رو کھڑا کر کے چھاتی پر زخم لگاتے ہیں۔ جب سارا لہو نکل چکتا ہے تو وہ گر پڑتا ہے۔ پھر گوشت کاٹنے لگتے ہیں۔ محتاج دو طرح کے بتائے۔ ایک وہ جو مانگتا نہیں ہے۔ دوسرا وہ جو مانگتا ہے۔

(۱۷) قال تعالیٰ: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ؀[۲] نہیں پہونچتا اللہ کو گوشت ان جانوروں کا اور نہ خون ان کا۔ لیکن پہونچتا ہے اس کو ادب تمھارے دل کا۔ اسی طرح بس میں دیا ہے تمھارے کہ تم بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو اُس نے راہ سمجھائی اور خوشی سُنانے کی کرنے والوں کو۔

معلوم ہوا کہ جو کچھ مال عبادت پر صرف ہوتا ہے وہ اللہ کے کچھ کام نہیں آتا۔ اس عبادت کا ادب، عابد کا خلوص قبول ہوتا ہے۔ اسی پر اس کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ اصل ہر عبادت میں دو چیزیں ہیں: ایک صواب یعنی موافق کتاب و سنت کے ہونا۔ دوسرا اخلاص کہ وہ کام اللہ

---

[۱] الحج ۳۶ [۲] الحج ۳۷

ہی کے لئے ہو غیر کی اس میں ہوا تک بھی نہ لگے۔

یہاں تک آیاتِ حج کا بیان تھا۔ رہے مسائل حج سو ذکر اُن کا رسالہ مستقلہ میں لکھا گیا ہے جس کا نام ایضاح المحجۃ وطراز العمرۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق اخلاص وصواب کی بخشے۔ ہر گناہ سے بڑا ہو یا چھوٹا۔ بچاوے۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔

فائدہ: یہ رسالہ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ میرا پوتا ابوالفتح، میر ابوالحسن خاں، فرزند سعید ابوالخیر میر نورالحسن خاں سلمہ اللہ تعالیٰ جس کی ولادت بست وسوم ماہِ شعبان سنہ ۱۳۰۱ھ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد بسم اللہ کے جس وقت اُردو خواں ہو جائے گا۔ اس کتاب کا سبق لے گا۔ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اس کو عالم باعمل کرے۔ اس کی عمر و دولت و دین میں برکت نمایاں بخشے۔ جب یہ رسالہ اس جگہ تک پہونچا تو یہ مناسب معلوم ہوا کہ بعد ایک فائدہ جدید کے ایک خاتمہ بھی اس کے آخر میں شامل کر دیا جائے۔

اس خاتمہ میں بعض احادیث رقاق کا ترجمہ عام فہم، خاص پسند لکھ دیا جاوے۔ کیونکہ بعد حصول ایمان و بجا آوری فرائض اسلام کے کوئی چیز بہتر اس سے نہیں ہے کہ آدمی کو حقیقت ان حالات کی معلوم ہو جن سے اس کو کام پڑتا ہے۔ دُنیا ایک ایسی جگہ ہے جس میں صالح، فاسق، امیر، فقیر سب طرح کے لوگ بستے رہتے ہیں۔ فقط اتنا فرق ہوتا ہے کہ صالح و مومن کو بعد دریافت ان احادیث کے حق و باطل دریافت ہو کر توفیق عمل صالح کی نصیب ہو جاتی ہے۔ دُنیا و آخرت کا فرق معلوم پڑ جاتا ہے۔ بلکہ دُنیا بے حقیقت نظر آنے لگتی ہے۔ پھر اس کی بے حقیقتی معلوم ہو جانے سے دُنیا کی ساری مصیبتیں، آفتیں مسلمان کامل پر ہلکی ہو جاتی ہیں۔ اسلام و ایمان کی لذّت دل کے اندر سما جاتی ہے۔

فاسق، فاجر، رئیس، امیر لوگ ظاہری عیش و آرام کی لذّت، دولت و حکومت کی حلاوت میں آخرت کی نعمتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ باقی کو چھوڑ کر فانی کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کو یہ یاد نہیں رہتا کہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ[1]

---

[1] الانفطار ۱۳۔ ترجمہ: یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہیں اور بے شبہ گنہگار لوگ، جہنم میں ہیں۔

رقاق سے وہ احوال مُراد ہیں جن کے سُننے سمجھنے سے مسلمان کا دل نرم ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ اس کی قدرت کاملہ کا اقرار تہ دل سے اُٹھے۔ یہ بات اس کو محبت دُنیائے فانی سے روکے۔ آخرت کے انعام و اکرام کا مستحق بنادے۔

دُنیائے دنی کو جو کہ فانی سمجھے　　اور قصۂ عمر کو کہانی سمجھے
دریائے حقیقت کو وہی جاوے تیر　　جو مثلِ حباب زندگانی سمجھے

فائدہ

جب سے سوڈان کی لڑائی مصر سے مشہور ہوئی ہے تب سے غلغلہ مہدی کا خانہ بخانہ ہو رہا ہے۔ کسی نے انھیں شیخ سوڈان کو مہدی سمجھ لیا ہے کسی نے ان کو مجدد ٹھہرایا ہے۔ کوئی کہتا ہے مہدی موعود ابھی نہیں آئے۔ کوئی انتظار آمد مہدی موعود بجائے خود کر رہا ہے۔ کسی کو آمد مہدی موعود میں شک و شبہہ لگا ہے کہ اب تک کیوں نہیں آئے۔ کوئی کہتا ہے کہ مہدی موعود وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ غرض کہ ہر ایک آدمی کا خیال الگ الگ ہے۔ تاریخ آمد مہدی موعود کی یا نزول مسیح علیہ السلام کی کسی کو بھی ان میں سے معلوم نہیں ہے۔

اتنی بات ضرور ہم کو ثابت ہو چکی ہے کہ مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے آنے سے پہلے عملداری نصاریٰ کی اکثر ملکوں میں ہو جاوے گی۔ سو یہ علامت ایک سو بیس برس سے ظاہر ہو چلی ہے۔ روز بروز ترقی ان کی حکومت و دولت کی ہوتی جاتی ہے۔ یہ شوکت وصولت جب اپنی حد معلوم، اجل مسمّٰی کو جو علمِ خدا میں مقرر ہے پہونچ جاوے گی تو اُسی وقت مہدی بھی آجاویں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رونق بخش ہوں گے۔ ایسی جلدی کیا ہے۔ تیرہ سو برس پورے سال، ہجری کو گزر گئے ہیں، مہدی و مسیح اب تک نہیں آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظلم و جور اپنی غایت معین تک نہیں پہونچا ہے ورنہ یہ علامات بھی ظاہر ہو جاتے۔

عوامِ اسلام کا شوق ذوق واسطے تشریف آوری مہدی علیہ السلام کے سو بسبب غایت تعجب و حیرت کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں بعض فاسق، فاجر ہیں۔ بعض مشرک، مبتدع، بعض مقلد مذاہب، بعض فقیر مشرب۔ دینِ اسلام پر آج کل کوئی بھی مطابق شرع شریف کے قائم نہیں رہا ہے۔ نہ کسی کو فکر درستی آخرت، نجات عاقبت کی دامن گیر حال ہے۔ ساری ہمت یہ ہے کہ مال و منال، حکومت و عزت و وجاہت و دولت حاصل ہو۔ یہ مطلب جس رنگ ڈھنگ سے ہاتھ لگے حاصل کرنا چاہیئے۔

سو جب منشا نام کے مسلمانوں کا یہ ٹھہرا تو اب اُن کو انتظار کرنا آمد مہدی کا، مشتاق ہونا ان کی ملاقات کا، پانا ان کے زمانے کا لاحاصل محض ہے۔ اس لئے کہ جب وہ آویں گے تو یہ سارے ٹھاٹھ عیش و فسق کے اُٹھا ڈالیں گے۔ یہ بساط ظلمت فجور و ظلم کی لپیٹ ڈالی جاوے گی۔ ہر مسلمان کو حالتِ اوّل اسلام پر کردیں گے۔ جو کوئی ان کا حکم نہ مانے گا اُس کو جان سے مار ڈالیں گے۔ اس وقت سب اہلِ دُنیا بندہ درہم و دینار ان کے دشمنِ جانی بن جاویں گے۔ گو کچھ کر نہ سکیں گے۔

یہ خیال اُن احمقوں کا کہ اب ہم بسبب عمل داری نصاریٰ کے نہایت تنگی، زشتی میں گرفتار ہیں۔ اس وقت ہمارے گھر کی حکومت ہوگی۔ خوب ہی عیش کریں گے، بالکل خیال مختل ہے۔ جو عیش و آرام و امن آج ان لوگوں کو باوجود ہزار خرابی کے میسر ہے یہ کہیں خواب و خیال میں بھی اس وقت میں ہاتھ نہ آوے گا۔ یہ ناحق ان کے آنے کی خوشیاں کرتے ہیں۔ یہ تو اسی عہدِ حکومت کو غنیمت سمجھیں جس کے طفیل میں ہر طرح کا عیش و آرام نقد وقت ہے۔ ہر طرح کا فسق و فجور بلکہ کفر و شرک بلا خوف میسر ہے۔ کسی طرح کی روک ٹوک نہیں ہے۔ آزادگی کلی حاصل ہے۔ عیسیٰ بدینِ خود موسیٰ بدینِ خود۔ کھانے پہننے کو بھی باوجود قلت روزگار کے بہ نسبت زمانۂ اوّل اسلام کے بہت زیادہ ملتا ہے۔

واللہ باللہ یہ آسودگی ہرگز ہمارے سلف صلحاء کو عموماً حاصل نہ تھی۔ جو آج ایک ایک محرر، منشی، جوبدار، چپراسی، خدمت گار کو میسر ہے۔ اس حال پر ان کا آرزومند ہونا واسطے آمد مہدی کے

سراسر مبنی اُن کی غلط فہمی پر ہے۔

ہاں، مہدی علیہ السلام کے آنے کی خوشی اُس کو کرنا زیبا ہے جس کو دنیا چھوڑ کر نری آخرت کا بندہ بننا منظور ہوگا۔ گناہ صغیرہ و کبیرہ سے ہزار کوس بھاگتا ہو۔ فسق و فجور سے منزلوں دور ہو، بری صحبت سے بچتا ہو۔ بری مجلسیں نہ کرتا ہو۔ غنا، زنا، شراب، ربا، ریا، چوری، گانے بجانے وغیرہ منکرات سے محفوظ رہنا چاہتا ہو۔ فقر و فاقہ کو دولت سے بہتر جانتا ہو۔ ایمان و اسلام کو سلطنت تمام عالم سے افضل سمجھتا ہو۔ سو ایسے آدمی اس وقت ہیں کہیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ اگر ہوں گے تو ہزار بلکہ لاکھ میں ایک دو ہوں تو ہوں۔

پھر اگر کسی کو یہ خیال ہے کہ گو ہم آج فاسق فاجر ہیں مگر جب مہدی آجاویں گے تو ہم مطابق اُن کے حکم کے سب کام کریں گے۔ ہماری دُنیا و آخر درست ہو جاوے گی۔ سو اس وہم کا یہ علاج ہے کہ فرائض و واجبات و محارم و مکروہات شرعی کا حکم ہر زمانے میں یکساں رہا ہے۔ اور قیامت تک یکساں رہے گا۔ کوئی حکم دین اسلام کا کسی کے آنے نہ آنے پر موقوف نہیں رکھا گیا ہے۔ جس طرح کا عمل صالح تم زمانۂ مہدی و عیسیٰ علیہما السلام میں کرنا چاہتے ہو۔ وہ عمل تم آج کرو۔ ہم تمھارے لئے بہشت کے ضامن ہوتے ہیں۔ اس ضمانت کا وعدہ ہم سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہدایت خدا کی توفیق پر موقوف ہے۔ کچھ مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے آنے پر ملتوی نہیں رکھی گئی ہے۔

پھر جو کوئی شخص بہ رضا و رغبت عمل صالح اختیار کرتا ہے وہ اُس آدمی سے بہتر ہوتا ہے جس کو مار مار کر مسلمان بنایا جاتا ہے۔ مہدی و عیسیٰ علیہما السلام تو اس لئے آدیں گے کہ دُنیا ظلم و ستم سے بھر گئی ہو گی۔ کفر، فسق و فجور سارے جہان میں پھیل گیا ہو گا۔ ایسے لوگوں کو وہ بزور تلوار راہ راست پر لا دیں گے۔ سچا، سیدھا مومن صاف پاک مسلمان بے غل و غش دین دار بنا دیں گے۔ کچھ اس لئے نہیں آدیں گے کہ ساری دولت نصاریٰ کی چھین کر تمھارے حوالے کر دیں گے۔ تم سے کہیں کہ لو اب تم بھی ویسا ہی عیش کرو جیسا یہ اہل کتاب کرتے تھے۔

عیسٰی علیہ السلام کا زہد سارے انبیاء علیہم السلام سے زیادہ تھا۔ مہدی رفع بدعت، اقامت سنّت کریں گے۔ ان دونوں صاحبوں کو ان بڑے بڑے محلوں، عمدہ عمدہ باغوں، اچھی اچھی پوشاکوں، طرح طرح کے کھیل کے جلسوں، نئے نئے کھیل تماشوں سے کچھ کام نہ ہوگا۔ وہ کچھ اوباش، عیاش، فاسق، فاجر، واہی تباہی، بدنظر، ناچنے گانے والے شہوت رانی، مستی پرست نہ ہوں گے کہ اُن کے آنے سے تمھاری بن آوے گی۔ وہ تو تمھاری اِس صورت و سیرت کے دشمن ہو جاویں گے۔ جب تک وہ یہاں نہیں آتے ہیں تم بڑے امن میں ہو۔ گو تمھاری آخرت خراب ہو چکی ہے یا ہو جاوے گی۔ جس دن خدا نے چاہا وہ آگئے اُس دن آخرت کے سوا دُنیا بھی تمھارے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

اس لئے کہ وہ سوا اسلام خالص کے نہ کسی سے جزیہ پر صلح کریں گے۔ نہ کسی کو سوائے طریقہ اسلام کے کسی دوسری چال ڈھال پر قائم رہنے دیں گے۔ جو کوئی فسق و فجور چھوڑ کر مومن صالح بنے گا اُس کی دُنیا و آخرت درست ہو جائے گی۔ جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا وہ برباد ہو جائے گا۔ دونوں جہاں سے گئے پانڈے نہ حلوا ملا نہ مانڈے۔ سو جس شخص کو ان کی تمنا واسطے درستی دین کے ہو وہ اب بھی اپنے دین کو درست کر سکتا ہے۔ جس کو یہ آرزو واسطے عیش و آرام دُنیا کے ہو اس کو کہہ دو کہ وہ اپنی تقدیر کو بیٹھ کر خوب روئے۔ یہ تمنّا اُس کی ہرگز پوری نہ ہوگی۔

فضائل و مراتب قبولیتِ خدا و نجات آخرت کی ہر زمانے ہر وقت میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ ذرا ہمّت و حسنِ نیت درکار ہے۔ بدبختی و سوءِ خاتمہ زمانۂ مہدی و عیسٰی علیہما السلام میں کیا دامن گیر اہلِ شقاوت نہیں ہو سکتا ہے۔

ہر کہ او روئے بہبود نہ داشت　　　دیدنِ روئے نبی سود نہ داشت

مگر آفت یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے اسلام جاتا رہا ہے، نام کی مسلمانی باقی رہ گئی ہے۔ ان سے عقل بھی لے لی گئی ہے، نہ ان کو نعمت خدا کی کچھ قدر ہے نہ انجام کی کچھ فکر۔ رات دن نفس پرستی، شہوت پرستی کی فکر میں غرقاب ہیں۔ مگر پھر بھی حسب دل خواہ اس کی تدبیر نہیں

بن سکتی ہے۔ اسی غم میں عمر گذر جاتی ہے نہ اِدھر کے ہوتے ہیں نہ اُدھر کے۔ اس سے بدتر یہ حالت ہے کہ بعضے ان میں یہ چاہتے ہیں کہ ہم دُنیا میں بھی خوب دل کھول کر عیش وفسق کرلیں۔ آخرت بھی درست رہے سو یہ مطلب بھی محال ہے۔

دُنیا و آخرت کا ناتہ رشتہ سوت کی طرح کا ہے۔ جب ایک جورو کسی سے راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے۔ جس نے دُنیا کے عیش وفسق کو پسند کیا آخرت نے اس کو بالکل چھوڑ دیا۔ جس نے آخرت کو بالکل مضبوط پکڑا اُس کا ساتھ دنیا نے نہ دیا۔ وہ کون عیش وآرام ہے جو پابندیٔ شرع سے حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ اکثر خلق اپنی بیوقوفی سے جہنم کو خرید کرتی ہے، دو دن کی زندگی میں آخرت تباہ کرجاتی ہے۔

اہلِ حکمت وتجربہ نے کہا ہے لولا الحمقاء لخربتِ الدنیا اگر احمق نہ ہوتے تو دُنیا ویران ہوجاتی۔ یعنی یہاں کی رونق، آسائش جو مثل خواب وسراب کے ہے انھیں بے وقوفوں کے سبب سے ہے۔ جن کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔ جو عقل مند ہیں وہ یہاں بھی اچھے رہتے ہیں، اچھی زیست کرتے ہیں۔ آخرت بھی بنا لیتے ہیں اَلدُّنیَا مزرعة الْاٰخِرَةِ یعنی دُنیا آخرت کا کھیت ہے۔ جو آج یہاں بویا، جوتا کل وہاں وہی کاٹیں گے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو   گندم از گندم بروید جوز جو

اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں بھی بعض بڑے دولت مند، مالدار، غنی، صاحبِ حکومت وسلطنت گزرے ہیں۔ انھوں نے دُنیا میں بھی جائز عیش وعشرت کیا آخرت میں بھی اچھے رہے۔ دنیا کا عیش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسودگی بخشے، اچھا گھر ہو، اچھا لباس، اچھا کھانا پینا، اچھی عورت، اچھا شوہر۔ رزق وعیش سے تو یوں فراغت حاصل ہوئی۔ اب رہی سہی اوقات کو اچھے کاموں میں صرف کرے، زیادہ عبادت نہ ہوسکے تو انھیں پانچ چیزوں پر جو اسلام کی بنیاد ہیں اختصار کرے۔ محرمات کبیرہ ومکروہات شرعیہ سے بچے، چلو دین و دُنیا دونوں درست رہیں گی۔

جو بدبخت ہیں وہ ذراسی دولت وحکومت پر غافل ہو کر اپنی آخرت خراب کر دیتے ہیں۔ پھر اُن کے پاس دُنیا بھی نہیں تھمتی۔ یا تو وبال گناہ سے جاتی رہتی ہے۔ ساری دُنیا میں بدنام وحقیر ہو جاتے ہیں۔ سب عقل مندوں کے مسخرے بنتے ہیں۔ یا خود گھبرا کر اللہ کی نعمت پر لات مار کر ناشکر بن کر مال وعزت و آبرو کو تباہ کر بیٹھتے ہیں۔ خدا ایسی عقل سے ہر مسلمان کو نجات دے۔

کوئی سعادت اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ دین و دنیا دونوں میں اچھی طرح بسر ہو، اچھی صحبت، اچھے کام میں رہے۔ ہر کام شرع وعقل کے موافق جس کو سب مسلمان دانش مند پسند کریں اختیار کرے۔ نہ فرائض ضروری میں کوتاہی ہو، نہ محرمات میں ابتلا، عیش جائز کو برتے، ناجائز عیش سے بچے۔ فسق و فجور کا نام بعد مسلمانی کے اپنے اوپر نہ لے۔

ایک وہ لوگ تھے جو نرے آخرت کے کام کرتے تھے وہ تو سب سے اچھے تھے۔ دوسرے وہ بھی اچھے ہیں جنھوں نے دین ودُنیا دونوں کو سنوارا، بدنصیب وہ ہیں جنھوں نے آخرت بگاڑ کر دُنیا کو پکڑا۔ سب سے بدتر وہ ہیں جن کی دنیا و آخرت دونوں تباہ ہوئے۔ دنیا میں محتاج، بددین، نامسلمان یا مالدار، فاسق، فاجر، بدنام تھے۔ آخرت میں بسبب کفر یا فسق وفجور کے نعمت باقی سے بھی محروم رہ گئے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ[1] ہم کو یہ دُعا قرآن شریف میں سکھائی ہے۔ اس لئے ہم خدا سے اُمید رکھتے ہیں کہ ہم کو یہاں بھی نیک نام، اپنا غلام بنائے رکھے۔ سوا اپنے کسی کا محتاج نہ کرے۔ بقدر کفاف روزی دیتا رہے۔ وہاں ہمارے گناہ معاف فرما کر، ہم کو دوزخ سے بچا کر بہشت میں لے جاوے۔ اپنے نیک بندوں کی ہمسائیگی نصیب کرے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰی ۝

---

[1] البقرہ ۲۰۱ ۔ ترجمہ: اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا

خاتمۃ الکتاب بیان میں احادیث رقاق کے

ابو ہریرہؓ نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دُنیا قید خانہ ہے ایمان دار کا، بہشت ہے کافر کی۔ (رواہ مسلم) یعنی مومن کو یہاں مصیبت، تکلیف، رنج پہنچتا رہتا ہے۔ اسی لیے اُس کے حق میں جیل خانہ ہے۔ کافر، فاجر لوگ لذات، شہوات میں بسر کرتے ہیں اُن کے لئے یہ دُنیا بہشت ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے چھپائی گئی ہے دوزخ شہوتوں سے۔ بہشت مصیبتوں سے (متفق علیہ) نووی نے کہا یعنی جنّت نہیں ملتی جب تک کہ مکروہات میں گرفتار نہ ہو۔ دوزخ میں جانا نہیں ہوتا جب تک کہ دل کی خواہش پوری نہ کرے۔ فاسق، فاجر، مرد، عورت خوب ہی دادِ عیش دیتے ہیں۔ دل بھر کے شراب خوری، زنا کاری، یاری، آشنائی، عشق بازی اسراف، طعام و شراب و لباس و سواری و مکان و فرش و بساط وغیرہ کرتے ہیں۔ سو اس عیش کے پیچھے ان کے لئے دوزخ ہے۔ آنکھ بند ہوئی سیدھے جہنم کو چلے گئے۔

مومن مسلمان ہاتھ سے اُن کے طرح طرح کی ایذائے ظاہری، باطنی پاتے ہیں بی بیاں رات دن شوہروں کو اپنی بدزبانی، بدخلقی، بدوضعی، طعن، لعن، مخبری، غیبت، بدگوئی سے سنایا کرتی ہیں۔ اس کا انجام واسطے شوہروں کے بہشت ہے۔ اِدھر مرے اُدھر جنّت میں گئے۔ قید خانے سے چھوٹے۔

مستورد بن شداد نے کہا۔ میں نے سُنا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: قسم ہے خدا کی نہیں ہے دنیا آخرت میں مگر اتنی کہ کوئی تم میں سے اپنی انگلی دریا میں ڈبو دے پھر دیکھے کہ کیا لے کر پھرے۔ (رواہ مسلم) یعنی یہاں کا سارا عیش وہاں کے عیش کے مقابلے میں برابر ایک قطرے کے ہے دریا میں سے۔ ان کی ہمت کو کہو جنھوں نے اس قطرے کو اختیار

کیا ہے۔ قطرہ بھی کون جو فانی ہے ۔ دریا کو چھوڑ دیا ہے ۔ دریا بھی کون جو باقی ہے۔

جابرؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مُردار بکری پر گذرے جس کے کان بھی چھوٹے تھے ۔ فرمایا تم میں کوئی اس کو ایک درہم پر لینا چاہتا ہے؟ سب نے کہا: ہم تو اس کو مفت میں بھی نہ لیں گے ۔ فرمایا: قسم ہے خدا کی دُنیا اس بکری مُردار سے بھی زیادہ حقیر و خوار ہے نزدیک اللہ کے ۔ (رواہ مسلم)

ضعفِ ایمان کو تو دیکھو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خدا کی قسم کھا کر یہ بات کہیں مگر ہم اس کو نہ سُنیں ۔ اس بکری مُردار، خردگوش، حقیر و ذلیل پر جھک پڑیں۔ دُنیا کی مثال عورت سے دی ہے ۔ جس طرح عورت مردار ہوتی ہے اسی طرح یہ دُنیا بھی ذلیل و خوار ہے ۔ مکر سے آتی ہے ۔ حیلہ کر کے چلی جاتی ہے ۔ ؎

غافل مشو ز عشوۂ دنیا کہ ایں عجوز مکارہ می نشیند و محتالہ می رود

دُنیا کی بے وفائی مثل بے وفائی عورت کے ہے ۔ دونوں کا کچھ بھروسہ نہیں ۔ آج میرے پاس ہے کل تیرے پاس ۔

عَمرو بن عوف کی حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا ہے: مجھ کو اس کا ڈر نہیں کہ تم محتاج ہو جاؤ گے ۔ ڈر اس بات کا ہے کہ کہیں دُنیا تم پر ایسی کشادہ نہ ہو جس طرح تم سے اگلے لوگوں پر تھی ۔ تم اس میں رغبت کرو جس طرح انھوں نے رغبت کی تھی ۔ پھر تم تباہ و ہلاک ہو جاؤ جس طرح وہ برباد ہو گئے ۔ (متفق علیہ)

رؤسار کا آج کل یہی حال ہے کہ دولت و حکومت کے غرّے میں ویسے ہی کرتے ہیں جس طرح اگلی اُمت نے کئے تھے ۔ اب خدا چاہے گا تو یہ بھی اسی طرح ہلاک ہو جائیں گے جس طرح وہ ہلاک ہوئے ۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے لئے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ! آلِ محمد کا رزق بقدر قوت یا کفاف کے مقرر کر (متفق علیہ) یعنی ان کو اتنا ہی دے جس میں یہ ننگے، بھوکے نہ رہیں ۔ ان کو سوال کرنا نہ پڑے ۔ یہی سبب ہے کہ اکثر سادات فاقہ مست ہوتے ہیں ۔ ان کو

ستر رمق سے زیادہ نہیں ملتا۔ نہ اُن کے گھر میں کبھی سلطنت، ریاست آتی ہے۔ اگر ہزار میں کسی کو کوئی عہدہ زیادہ معاش کا مل گیا، یا آسودگی حاصل ہوگئی تو شاذ، نادر امر کو حکم معدوم کا ہے۔ یہ دعا اس لئے فرمائی کہ اگر ان کو یہاں تونگری زائد مثل رؤسا و اُمرائے کے ملے گی۔ تو آخرت میں یہ بہشت کی نعمتوں سے محروم رہیں گے اُن کا حصہ وہیں بہے تو اچھا ہے۔

بلکہ حدیث ابن عمرو میں عموماً سب کے لئے بھی یوں ہی فرمایا ہے کہ جو مسلمان ہوا اور اس نے کفاف پایا، جو کچھ خدا نے اس کو دیا ہے اس نے قناعت کی وہ صاحب فلاح ہوا۔ (رواہ مسلم)

ابو ہریرہؓ کی حدیث کا لفظ یہ ہے کہ تونگری کچھ بہت سے سامان کا نام نہیں ہے۔ تونگری تو دل کی قناعت، بے پروائی ہے (متفق علیہ)

شیخ سعدی نے اسی جگہ سے یہ مضمون لیا ہے: تونگری بدل ست نہ بہ مال۔ جس طرح اکثر بادشاہ و رئیس حریص و طمّاع ہوتے ہیں، سارے جہان کا مال و منال اپنے ہی لئے چاہتے ہیں، دُنیا بھر کا سامان و ٹھاٹھ اپنے گھر بار میں جمع کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل علم و دین کو خدا نے قلیل پر قناعت دی ہے۔ قلت مال پر صبر عطا کیا ہے۔ جواہر ان کی نظر میں پتھر معلوم ہوتے ہیں۔ سونا، چاندی خاک کی طرح نظر آتا ہے۔ ؎

گدایان از بادشاہی نفور بامیدش اندر گدائی صبور

قارون کو دولتِ دُنیا نے دنیا ہی میں تحت الثریٰ پہنچا دیا۔ ادریسؑ کو علم نے جیتے جی آسمان پر چڑھا دیا بلکہ جنت میں پہنچا دیا۔ دنیادار، مال دار، اہل علم و دین کو حقیر سمجھتے ہیں۔ بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سمجھو دیکھو! کل انشاء اللہ تعالیٰ ہم عزیز ہوں گے تم ذلیل ہوگے۔ اس وقت ہم تم کو سلام کریں گے کہ سچا کون تھا، جھوٹا کون ہے۔

فاسقوں، فاجروں کو آج کسی کا تقویٰ کرنا برا لگتا ہے۔ مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تورّع و تقویٰ کے برابر کسی چیز کو مت ٹھہرا۔ (رواہ الترمذی عن جابر) قرآن کریم میں بھی متقی کو سب سے زیادہ بزرگ فرمایا ہے۔ قیامت کیا ہے اہل تقویٰ کی

شادی و برات کا دن ہے۔ فاسق فاجروں کے ماتم و مصیبت کا زمانہ ہے۔

حدیث مرفوع ابو ہریرہ میں آیا ہے: تم سُن لو دنیا ملعون ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب ملعون ہے۔ مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا۔ اور جو کام اس کے قریب ہو۔ یعنی اعمال صالحہ، اور عالم یا متعلم یعنی طالب العلم۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ کے احسان تو دیکھو کہ دنیا میں بظاہر اہلِ علم و دین کو برابر ان امراء و رؤسا کے رکھا ہے۔ یعنی صحت و مرض و حیات و موت وغیرہ حالات بشریت میں۔ مگر باعتبار آخرت کے علماء و ذاکرین و طلبۂ علم کو الگ نکال کر باقی ساری دنیا و اہلِ دُنیا پر لعنت کی ہے۔ وللّٰہ الحمد۔

اے خدا قربانِ احسانت شوم ایں چہ احسانست قربانت شوم

معلوم ہوا کہ جس طرح علم و ذکر و طلبِ علم سبب ہے رحمت کا۔ اسی طرح جہل و دولت سبب ہے لعنت کا۔ اگر دنیاداری کوئی اچھی چیز ہوتی، دُنیا کی دولت جو سرمایۂ کفر و فسق ہے کوئی نعمت ہوتی تو خدائے تعالیٰ ہرگز ان امراء و رؤسا کو نہ دیتا۔ اپنے دوستوں ہی کو دیتا۔

جس طرح حدیث سہل بن سعد میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر دُنیا نزدیک خدا کے پرِ پشہ کے برابر ٹھہرتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی اس میں سے نہ دیتا۔ (رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ) معلوم ہوا کہ یہ کم بخت ایسی بری چیز ہے کہ سوا کافروں، فاسقوں، فاجروں کے دوسرے کو نہیں دی جاتی۔ امراء، رؤسا کو چاہئے کہ ان حدیثوں کو سُن کر عبرت پکڑیں۔ فسق و فجور ظاہر و باطن سے بچیں۔ ورنہ انجام اس کام کا یہی ہے جو مذکور ہوا۔ اب چاہیں ایمان لادیں یا کفر کریں۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے دوست رکھا اپنی دُنیا کو اُس نے نقصان پہونچایا اپنی آخرت کو۔ جس نے دوست رکھا اپنی آخرت کو اس نے نقصان پہونچایا اپنی دنیا کو۔ سو تم وہ چیز اختیار کرو جو باقی ہے۔ اس کو اختیار نہ کرو جو فانی ہے۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

ابو ہریرہؓ کا لفظ یہ ہے: لعنت ہے بندۂ دینار و درہم پر۔ (رواہ الترمذی مرفوعًا)

شادی و برات کا دن ہے۔ فاسق فاجروں کے ماتم و مصیبت کا زمانہ ہے۔

حدیث مرفوع ابو ہریرہ میں آیا ہے: تم سن لو دنیا ملعون ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب ملعون ہے۔ مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا۔ اور جو کام اس کے قریب ہو۔ یعنی اعمال صالحہ اور عالم یا متعلم یعنی طالب العلم۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ کے احسان تو دیکھو کہ دنیا میں بظاہر اہلِ علم و دین کو برابر ان امراء و رؤسا کے رکھا ہے۔ یعنی صحت و مرض و حیات و موت وغیرہ حالات بشریت میں۔ مگر باعتبار آخرت کے علماء و ذاکرین و طلبہ علم کو الگ نکال باقی ساری دنیا و اہلِ دنیا پر لعنت کی ہے۔ و للہ الحمد۔ ہ

اے خدا قربانِ احسانت شوم   ایں چہ احسانست قربانت شوم

معلوم ہوا کہ جس طرح علم و ذکر و طلبِ علم سبب ہے رحمت کا۔ اسی طرح جہل و دولت سبب ہے لعنت کا۔ اگر دنیا داری کوئی اچھی چیز ہوتی، دنیا کی دولت جو سرمایہ کفر و فسق ہے کوئی نعمت ہوتی تو خدائے تعالیٰ ہرگز ان امراء و رؤسا کو نہ دیتا۔ اپنے دوستوں ہی کو دیتا۔

جس طرح حدیث سہل بن سعد میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر دنیا نزدیک خدا کے پرِ پشہ کے برابر ٹھہرتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی اس میں سے نہ دیتا۔ (رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ) معلوم ہوا کہ یہ کم بخت ایسی بری چیز ہے کہ سوا کافروں، فاسقوں، فاجروں کے دوسرے کو نہیں دی جاتی۔ امراء، رؤسا کو چاہیئے کہ ان حدیثوں کو سن کر عبرت پکڑیں۔ فسق و فجور ظاہر و باطن سے بچیں۔ ورنہ انجام اس کام کا یہی ہے جو مذکور ہوا۔ اب چاہیں ایمان لاویں یا کفر کریں۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے دوست رکھا اپنی دنیا کو اس نے نقصان پہونچایا اپنی آخرت کو۔ جس نے دوست رکھا اپنی آخرت کو اس نے نقصان پہونچایا اپنی دنیا کو۔ سو تم وہ چیز اختیار کرو جو باقی ہے۔ اس کو اختیار نہ کرو جو فانی ہے۔ (رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان)

ابو ہریرہؓ کا لفظ یہ ہے: لعنت ہے بندۂ دینار و درہم پر۔ (رواہ الترمذی مرفوعاً)

لعنت نہ ہو تو کیا ہو۔ دینار کا آخر نار ہے۔ درہم کا آخر "ہم" ہے۔ نار آگ ہوئی۔ ہم غم ہوا۔

زر پرستی می کند دل را سیاہ　　　آخر این صفرا بسودا می کشند

فائدہ: بڑا صرف امراء و روسا کا یہ ہے کہ رات دن خزانہ ریاست کا عمارت بنانے میں اُٹھتا رہتا ہے۔ حالاں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مومن جو کچھ خرچ کرتا ہے اُس کا اجر ملتا ہے مگر وہ مال جو اس خاک مٹی میں ملایا ہے۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن خباب) معلوم ہوا کہ حاجت سے زیادہ مکان نہ بناوے۔

ع: بنارا قصر می گویند یعنی مختصر باید

حاجت اسی قدر ہے کہ دھوپ، گرمی، جاڑے، سردی سے بچے۔ سایہ ملے۔ یہ نقش و نگار، یہ پردہ ہائے زرنگار، یہ کوچ و کرسی، یہ فانوس و جھاڑ، یہ خانۂ تصویر دار جو درحقیقت بت خانہ ہے، ان کا تیار کرانا جہنم کا آباد کرنا ہے۔ ؎

ہمہ اندر زمن بتو این ست　　　کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

انسؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سارا نفقہ راہِ خدا میں ہوتا ہے مگر یہ بنیاد کہ اس میں کچھ بھی بہتری نہیں ہے۔ (رواہ الترمذی وقال ہٰذا حدیث غریب)

بادشاہوں، رئیسوں، امیروں کو دیکھو کیسے کیسے محل بناتے ہیں۔ گویا بہشت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ کتنا کتنا روپیہ اس میں صرف ہوتا ہے۔ یہ سب نفقہ ان کا برباد ہے۔ سارا بوجھ ان مکانات و محلات کا ان کی چھاتی پر رکھا جائے گا۔ یعنی دن قیامت کے۔ مگر کچھ تھوڑا سا وزن دُنیا میں بھی ان پر رکھ دیا جاتا ہے۔ دیکھو، ان مقابر کے قبّوں، گنبدوں میں کتنا بوجھ ہوگا۔ اس کو کم نہ سمجھو۔ ایک بڑے محل کا بوجھ تو ادنیٰ سے مقبرے میں ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مقبروں کا کیا ذکر! اولیاء، علماء کی قبور پر بھی انھیں حضرات بابرکات نے گنبد قبّے بنادئے ہیں۔ ورنہ وہ تو زندگی میں فقیر، محتاج تھے۔ ایک جھونپڑا بھی رہنے کے واسطے نہ رکھتے تھے۔ یا نہ بنا سکتے تھے۔ سو ان کے مقابر کا وزن بھی انھیں کے سر پر ہے۔ یہاں بھی وہاں بھی۔

مشکل تو یہ ہے کہ گھروں کا تو نرا وزن ہی ہوگا، ان مقبروں کے طفیل میں علاوہ وزن

ایک طرح کا استحقاق واسطے لعنت کے بھی دُنیا و آخرت میں اچھی طرح حاصل ہوتا ہے۔

حدیث انس رضؓ میں آیا ہے کہ ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ ایک اونچا قبہ نظر پڑا۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا فلاں انصاری نے بنایا ہے۔ خاموش ہو رہے۔ اس بات کو دل میں رکھا! جب وہ انصاری آپ کے پاس آیا۔ آپ کو اس نے سلام کیا، تو مُنہ پھیر لیا! کئی بار یہی ہوا۔ وہ جان گیا کہ آپ غصّے وغضب میں ہیں اس کا شکوہ صحابہ سے کیا! کہا میں رسولِ خدا کو غضب ناک پاتا ہوں۔ کہا ہاں تیرے قبّے کو دیکھا تھا، اس نے جاکر فوراً اس قبّے کو ڈھا دیا، زمین کے برابر کر دیا۔ پھر ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو قبّے کو نہ دیکھا، پوچھا وہ قبہ کدھر گیا؟ کہا اس نے ہم سے شکوہ کیا تھا، آپ کی ناراضی کا، ہم نے اُس کو خبر کر دی، اُس نے ڈھا دیا۔ فرمایا: ہر عمارت و قبہ وبال ہے اپنے صاحب و مالک پر مگر اتنی جس کے بغیر گذر نہ ہو سکے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لداؤ کا مکان بنانا، گنبد، قبّے تیار کرنا وبال آخرت کا مول لینا ہے۔ یہ گناہ روپیہ خرچ کرکے مول لیا جاتا ہے۔

ع زر دادن و دردِ سر خریدن

حدیثِ عثمان میں مرفوعًا یوں آیا ہے کہ بنی آدم کا حق سوا ان تین چیز کے نہیں ہے۔ ایک گھر جس میں رہے۔ دوسرے کپڑا جس سے ستر چھپاوے۔ تیسرے خشک روٹی ساتھ پانی کے۔ (رواہُ الترمذی)

یہاں اب گھر کے عوض عمدہ عمدہ محل، دیوان خانے، کوٹھیاں، لاکھوں روپیہ کی تیاری کی بنائی جاتی ہیں۔ ان پر فخر ہوتا ہے۔ ستر چھپانے کے عوض طرح طرح کے جوڑے مردانے، زنانے سیکڑوں روپے کی لاگت کے بنتے ہیں۔ مگر اس پر بھی ستر نہیں چھپتا۔ نان خشک، بے سالن کے عوض میں سو طرح کے کھانے پکائے جاتے ہیں۔ پھر بھی اکثر پسند نہیں آتے۔ مزے دار، خوش گوار نہیں ہوتے۔

علی مرتضیٰ رضؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے: جب بندے

کے مال میں برکت نہیں رکھی جاتی ہے تو وہ اس مال کو پانی مٹی میں ملاتا ہے۔

ابن عمرؓ کا لفظ یہ ہے کہ بچو حرام سے گھر بنانے میں کہ یہ بنیاد ہے ویرانی کی: ان دونوں کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ یعنی بے برکت مال گھر بنانے میں اُٹھتا ہے۔ گھر میں مالِ حرام نہ لگاوے۔ یا یہ کہ سرے سے گھر حاجت سے زیادہ بنانا حرام ہے: یہ بڑے بڑے محل امرار درُوسا کے غالبًا مالِ حرام ہی سے تیار ہوتے ہیں۔ سیکڑوں مسلمانوں کی حق تلفی ہو کر ان کا محل بنتا ہے۔ پھر بعد چند روز کے ویران ہو جاتا ہے۔ ابابیلیں وہاں رہتی ہیں۔ اُلّو بولتے ہیں۔ آج دُنیا میں ایسی عمارتیں اگلے رئیسوں، امیروں کی بہت موجود ہیں۔

الا یا صاحب القصر المعلّٰی ستدفن عن قریب فی التراب
لھا ملک ینادی کل یوم لدوا للموت وابنوا للخراب

فائدہ: ابن مسعودؓ نے کہا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوریے پر سوئے۔ بدن پر نقش ہو گیا۔ انھوں نے کہا: اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے لئے بچھونا بچھائیں، فرش تیار کریں۔ فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا کام! میری مثال اور دُنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کے لئے ٹھہرے، پھر اس کو چھوڑ کر چل دے۔ (رواہُ احمد والترمذی وابن ماجہ) یعنی دُنیا مسافر خانہ ہے۔ مسافر کسی جگہ نہیں ٹھہرتا ہے۔ سو جس جگہ ٹھہرنا نہیں ہے وہاں آرام کا بندوبست کرنا کیا۔

حدیث ابی امامہ میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے کہا: کہو تو میں بطحاء مکّہ کو سونا کر دوں! میں نے عرض کیا۔ اے رب ایسا نہ کر! میں ایک دن کھاؤں گا ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جب بھوکا رہوں گا تجھ سے زاری کروں گا۔ تجھ کو یاد کروں گا۔ جب سیر شکم ہوں گا تیری حمد تیرا شکر کروں گا۔ اس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔

دوسری روایت میں مرفوعًا انھیں سے یوں آیا ہے کہ سب سے زیادہ رشک مجھ کو

اپنے دوستوں میں سے اس مومن پر آتا ہے جو کم مال، کم عیال ہے۔ نماز سے نصیب ور ہے۔ اپنے رب کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے۔ پوشیدہ خدا کا مطیع ہے۔ لوگوں میں انجان ہے۔ اُس کی طرف اشارہ نہیں کیا جاتا۔ اس کا رزق بقدر کفایت ہے۔ وہ اس رزق پر صابر ہے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ فرما کر کہا: جلدی ہوئی اس کی موت میں۔ کم ہیں رونے والیاں اس کی۔ تھوڑی ہے میراث اُس کی (رواہُ احمد والترمذی وابن ماجہ)

معلوم ہوا ایسا مسلمان جس کے پاس مال کم ہو، اولاد کم ہو، کنبہ کم ہو، رزق کم ہو، پھر وہ زیادہ بھی نہ جئے، جلدی مر جاوے، تھوڑا سا ترکہ چھوڑ جاوے، اس کے لئے زیادہ رونے والیاں نہ ہوں لائق رشک کرنے کے ہے۔ یعنی اس کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا چاہئے کہ کاش اپنا حال بھی ایسا ہی ہوتا۔ ہر زمانے میں کچھ لوگ متوسط الحال بھی ہوتے ہیں۔ اگر کفاف پر قناعت کریں، عبادتِ خدا میں رہیں، دُنیا کی زیادہ حرص نہ کریں تو امید ہے کہ سیدھے بہشت میں چلے جاویں۔ مگر آفت تو یہ ہے کہ طمع، بے حیا نہیں چھوڑتی۔ بغیر ضرورت کے حاجت سے زیادہ طلب کرتے ہیں۔ یہی حرص ان کے لئے سبب ہلاکِ دارین کا ہو جاتی ہے۔ ؎

حرص قانع نیست بیدلؔ ورنہ اسبابِ جہاں
آں چہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست

دیکھو حدیث عبید اللہ بن محصن میں مرفوعاً کیا آیا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہے: کہ جس نے صبح کی اور اُس کی جان امن میں ہے، اس کا بدن تندرست ہے، اس کے پاس ایک دن کا کھانا ہے، تو سمجھو کہ گویا ساری دنیا اسی کے لئے جمع کر دی گئی ہے + (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب)

مقدام بن معدی کرب کی حدیث میں یوں آیا ہے: نہیں بھرا کسی آدمی نے کوئی برتن بدتر پیٹ سے۔ کافی ہیں آدم زاد کو چند لقمے جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں۔ اور جو بن بھرے نہ بنے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پانی کے لئے، تہائی سانس لینے کے لئے کافی ہے + +

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

اس حکم کے مقابلے میں اب یہ ہوتا ہے کہ بھوک تو خاصی موافق عمر و حیثیت کے موجود
ہے مگر کسی دوا دارو و معجون اکسیر وغیرہ سے اگر زیادہ ہو جاوے، سیر دو سیر کھانا کھالیا
جایا کرے تو کیا مضایقہ ہے۔ پھر جو شخص بیل، بھینس کی طرح زیادہ کھاتا ہے، وہ اپنے
یاروں میں اس بات پر فخر کرتا ہے کہ میں اتنا گوشت کھا جاتا ہوں۔ اتنا دودھ پی جاتا ہوں۔
اتنا کھانا ایک وقت میں ہضم کر جاتا ہوں۔ ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن ست　　　تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست

کہو ایسے انسان اور ان حیوانات میں سوائے ایک دُم کے اور کیا فرق ہے۔ یہ کتنا ہی
کھاویں ان میں برابر بیل، گھوڑے، ہاتھی کے ہرگز طاقت نہ آوے گی۔ اگر فرضاً آئی بھی تو یہ
ہوا کہ پہلے انسان ناقص تھے اب حیوان کامل کی طرح ہو گئے۔ رہی سہی آدمیت بھی جاتی رہی ؎

گر آدمی ترا ہنر بایستی　　　قول تو بلیغ و معتبر بایستی
جز خوردن و خواب چوں نداری کارے　　　گوشش تو ازیں دراز تر بایستی

اس پر بوجہ آسودگی کوئی عمدہ لباس بھی زیب تن کیا گیا تو سمجھو کہ مقولہ شیخ سعدی کا راست
آیا۔ چگونہ می بینی کہ ایں دیبائے معلم بریں حیوان لایعلم ؎

قد شابہ بالوری حمار　　　عجلاً جسداً لہ خوار

دُنیا میں اس قسم کے عورت مرد سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں موجود ہیں۔ بلکہ ساری دنیا
اسی طرح کی ہے۔ سوائے چند غربائے اسلام، بعض علماء اعلام، اندک صوفیائے کے۔

ایک آدمی نے سامنے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈکار لی تھی، فرمایا! اس ڈکار کو
کم کر! اس لئے کہ سب سے زیادہ بھوکا قیامت کے دن وہی شخص ہوگا جو دنیا میں خوب تن کر
کھاتا ہے۔ اس کو بغوی نے شرح السنہ میں ابن عمران سے روایت کیا ہے۔ وروی الترمذی نحوہٗ۔

حدیث ابوہریرہ میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، سب سے
پہلے جس بات کا سوال بندے سے دن قیامت کے ہوگا وہ خدا کی نعمت ہے جو اس کو دی ہے۔
اسے کہیں گے کیا ہم نے تیرے جسم کو تندرست نہیں رکھا۔ کیا تجھ کو ٹھنڈا پانی نہیں پلایا۔

(رواہ الترمذی)

معلوم ہوا فقط تندرستی اور آبِ سرد کا ملنا بھی ایک بڑی نعمت خدا کی ہے۔ اس نعمت کے شکر کا بھی سوال ہوگا مگر اکثر لوگ ان دو نعمتوں سے نقصان و خسران میں پڑے ہیں۔ کچھ قدر اس صحت و فراغ کی نہیں سمجھتے۔ یہ مضمون حدیث ابنِ عباس میں مرفوعًا نزدیک بخاری کے بھی آیا ہے۔

عمر بن میمون کہتے ہیں رسولِ خدا نے ایک آدمی کو وعظ کیا، فرمایا! غنیمت جانئے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے۔ جوانی کو قبل بڑھاپے کے۔ صحت کو قبل بیماری کے۔ آسودگی کو قبل محتاجی کے۔ فراغت کو قبل شغل کے، زندگی کو قبل مرنے کے (رواہ الترمذی مرسلا)

حقیقت میں یہ پانچوں چیزیں اسی لائق ہیں کہ ہر مسلمان ان کو غنیمت سمجھ کر اچھی حالت میں صرف کرے ورنہ جب وقت نکل گیا تو پھر کچھ تدارک کسی ایک بات کا بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ قدر ان نعمتوں کی سو آدمیوں میں ایک کو بھی نہیں ہے۔ اس کی جگہ یہ حال ہے جو حدیث ابو ہریرہ میں مرفوعًا آیا ہے کہ:

(حدیث) انتظار نہیں کرتا کوئی تم میں کا مگر ایسی آسودگی کا جو اس کو حد سے باہر کر دے۔ یا ایسی محتاجی کا جو اس کو نسیًا منسیًا بنا دے۔ یا ایسے مرض کا جو اس کو تباہ کر دے۔ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کھو دے۔ یا ایسی موت کا جو ناگہاں آجاوے۔ یا دجال کا سو دجال بُرا غائب ہے۔ یا قیامت کا سو قیامت بڑی آفت بڑی تلخ چیز ہے۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

واقع میں جس کو دیکھو وہ انھیں کاموں میں سے کسی ایک امر کا منتظر ہے۔ جو بات اس کو کرنا چاہیئے تھا وہ تو کرتا نہیں ہے۔ ان بے جا دھندوں میں پھنستا رہتا ہے جن کا انجام اس جگہ مذکور ہوا۔ بہتر ہے پھنسے رہو! جب قیامت قائم ہوگی تو کسی ایک آدمی کا پاؤں بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے گا یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال ہوگا۔ ایک عمر کا کہ کس کام، کاج، شغل، دھندے میں فنا کی۔ دوسرا سوال جوانی کا کہ کس چیز میں پرانی کی اکس شغل میں برباد کی۔ تیسرا سوال مال کا کہ کہاں سے کمایا، کہاں صرف کیا۔ چوتھا سوال علم کا کہ علم پڑھ کر کیا عمل کیا۔ (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب عن ابن مسعود)

ہم خیال کرتے ہیں کہ جن کی عمر فسق و فجور میں گزر گئی ہے، جن کی جوانی عیش و عشرتِ ناجائز میں صرف ہو گئی ہے، جن کا مال حرام وجہ سے جمع ہوا ہے، پھر حرام کاموں میں، خلافِ شرع تقریبوں میں خرچ ہوا ہے، جن کا عمل بعد علم کے دنیا طلبی میں ہوا ہے، ان کو کوئی ایک جواب بھی ایسا نہ سوجھے گا جو سبب ان کی رہائی کا عذابِ دوزخ سے ہو۔ اس بلا میں امرار، رؤسا، سب سے زیادہ بتلا رہتے ہیں۔ ان کی عمر اکثر انہیں کاموں میں بسر ہو جاتی ہے۔ مرتے دم تک مزہ فسق و فجور کا نہیں جاتا۔ جوانی کا کیا ذکر ہے۔ بڑھاپے میں اور بھی زیادہ حوصلہ عیش و عشرت ناجائز کا دامن گیر حال ہوتا ہے۔ مال کو کیا پوچھتے ہو؟ سارے حقوق عباد ضائع ہو کر جمع ہوا ہے۔ لہو و لعب، ارتکابِ کبائر، کھیل تماشے، باغ عمارت، ناچ گانے، وغیرہ معاصی میں صرف ہوا ہے۔ پھر سب سے زیادہ اس دن اگر یہی لوگ شقی نہ ہوئے تو کون ہو گا۔

مگر یہ بھی کچھ خبر ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرما دیا ہے کہ تو نہ کسی لال رنگ والے سے بہتر ہے، نہ کالے رنگ والے سے، مگر یہ کہ تو اس سے تقویٰ میں آگے بڑھ جاوے۔ اس کو احمد نے ابوذر سے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ مال، جوانی، عمر، صورت، شکل سبب فضیلت کا نہیں ہے۔ فضیلت کسی شخص کی کسی شخص کی جب ہی ہوتی ہے کہ اس کا تقویٰ اس کے تقوے سے زیادہ ہو۔ ادنیٰ تقویٰ یہ ہے کہ کبائر سے بچے۔ اوسط تقویٰ یہ ہے کہ صغائر بھی نہ کرے۔ اعلیٰ تقویٰ یہ ہے کہ ہم راہ ان دونوں امر کے عابد، ذاکر، متبع سنت، طالبِ خدا، تارکِ ماسوا ہو۔ امراء و رؤسا کا یہ خیال کہ ہم وہاں بھی اسی طرح پر دولت مند، حکومت پیوند ہوں گے۔ یہاں کا سا استقبال، یہاں کی سی مشایعت و سلامی وہاں بھی ہو گی سراسر خبط ہے۔ ان کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ یہ جو باوجود گناہ کرنے کے اللہ تعالیٰ ہم کو دیئے جاتا ہے، ہماری ساری مرادیں، خواہشیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو زیادہ عزیز ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔

اس لئے کہ حدیث عقبہ بن عامر میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے تو جب دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دُنیا، اُس کے گناہوں پر جس طرح وہ چاہتا ہے دیے جاتا ہے، تو سمجھ لے کہ یہ استدراج ہے۔ یعنی دھوکے دھڑی کی بات ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ؎ یعنی جب بھول گئے وہ لوگ اس بات کو جو یاد دلائی گئی تھی اُن کو تو کھول دیے ہم نے اُن پر دروازے ہر چیز کے۔ یہاں تک کہ جب خوش ہوئے وہ ان چیزوں پر جو دی گئی ہیں، پکڑ لیا ہم نے اُن کو ناگہاں سو اب وہ حیران ہیں۔ (رواہ احمد)

سب نے دیکھا ہے کہ جس سلطنت و ریاست میں گناہوں کی کثرت ہوتی ہے، تو چند روز تک تو خوب ہی دھوم دھام اس فسق کی رہتی ہے۔ ہر دروازے سے ہر قسم کے عیش و فسق کا سامان رات دن چلا آتا ہے۔ جب وہ حالت اس بادشاہ یا رئیس کو چڑھ جاتی ہے تو ناگہاں کوئی قہر خدا نازل ہو کر اس بزم و بساط کو لپیٹ ڈالتا ہے۔ یہ مُنہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ کتنے رئیس ہمارے دیکھتے دیکھتے معزول ہو گئے۔ کتنی ریاستیں ایسے ہی اسباب سے مٹ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم اُتار دیں گے ان کو سیڑھی سیڑھی اس طرح پر کہ ان کو معلوم بھی نہ ہو گا۔ اور کچھ مہلت دیں گے ہم اُن کو۔ ہمارا مکر بڑا گاڑھا ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سُنا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے: تمھارے سامنے ایک سخت گھاٹی ہے، بوجھل لوگ اس کے پار نہ ہو سکیں گے۔ (رواہ البیہقی)

مراد اس گھاٹی سے موت و قبر و حشر ہے۔

تو رہ از کثرتِ اسباب برخود تنگ می داری　　　سبک روحاں چو بوئے گل فرو بستند محملہا

فائدہ: عمرو نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: دُنیا ایک حاضر سامان ہے۔ نیک و بد دونوں اس میں سے کھاتے ہیں۔ تمھارے اعمال عرض کیے جاتے ہیں۔ ذرہ برابر نیکی، بدی کو ہر آدمی دیکھے گا۔ (رواہ الشافعی)

حضرت سے کسی نے پوچھا تھا: بہتر آدمی کون ہے؟ فرمایا جس کا دل صاف ہے۔ زبان سچی ہے۔ دل میں بغاوت ہے نہ کینہ، نہ حسد۔ (رواہ ابن ماجہ عن ابن عمرو والبیہقی)

؎ الانعام ۴۴

عائشہؓ کے گھر میں ایک پردہ تھا، اس میں چڑیوں کی صورتیں بنی تھیں۔ فرمایا: اے عائشہ تو اس کو نکال ڈال۔ دور کر دے۔ میں جب اس کو دیکھتا ہوں مجھ کو دُنیا یاد آتی ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ آرائش کرنا لباس و گھر وغیرہ کا کام اہلِ دُنیا کا ہے۔ آخرت پر ایمان لانے والے ایسی چیزوں کو اپنے گھروں میں نہیں رکھتے۔ اس طرح کے شوق ناپایدار اُن کے دامن گیر نہیں ہوتے۔

فائدہ: اُسامہ بن زید کہتے ہیں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میں کھڑا ہوا دروازے پر بہشت کے دیکھا تو اکثر داخل ہونے والے بہشت کے یہی مسکین لوگ ہیں۔ آسودہ لوگ روکے گئے ہیں۔ جہنم والوں کو حکم ہوا ہے کہ ان کو جہنم میں لے جاویں۔ پھر دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا اکثر داخل ہونے والی جہنم کی یہی عورتیں ہیں۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث غریب مسلمانوں کے لئے بڑی بشارت ہے۔ امیروں کے واسطے مصیبت و آفت ہے۔ خصوصاً عورتوں کے لئے کہ یہ نیک بختیں اکثر دوزخ ہی کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔ ان کو خدا سے ڈرنا سب سے زیادہ مشکل ہے۔ مگر جب تک بدن میں جان باقی ہے فکرِ نجات ممکن ہے۔ آج اگر کچھ کر لیں تو کر لیں ورنہ پھر بعد موت کے کوئی عمل بھی نہ ہوگا۔ یہی حساب کتاب ہوگا۔

عمرؓ کہتے ہیں: میں پاس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا تھا دیکھا ایک بوریا ہے، اس پر آپ لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ کے اور اس کے بیچ میں کوئی بچھونا نہیں ہے۔ پہلو میں بورئیے کا نقش پڑ گیا ہے۔ ایک چمڑے کا تکیہ رکھا ہے، جس کے اندر چھال بھری ہے۔ میں نے کہا آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت پر وسعت کرے، فارس و روم کے واسطے کیسی کچھ وسعت کی گئی ہے حالاں کہ وہ خدا کو نہیں پوجتے ہیں۔ فرمایا اے عمر کیا میں اس بات کی دعا کروں؟ اس قوم کو تو ان کا عیش اسی زندگی دُنیا میں جلدی سے دے دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ آیا ہے: کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ ان کے لئے دُنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔ (متفق علیہ)

معلوم ہوا کہ جن کا عیش مثل عیش نصاریٰ و فارس کے ہے، وہ آخرت سے بالکل محروم ہیں۔ جن کو اس جگہ عیش نصیب نہیں ہے یا ہے مگر خوف سے خدا کے ناجائز عیش نہیں کرتے، اُن کو آخرت میں بڑا عیش میسر ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ۔ امراء، و روساء نے آج کل یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ مثل گبر و ترسا کے طعام و شراب و لباس و مسکن و مرکب میں خوش باش رہتے ہیں۔ سو ان کا، اُن کا حشر ساتھ ہی ہوگا۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ۔[1]

حدیث ابو ہریرہ میں آیا ہے: فقیر لوگ جنت میں امیر لوگوں سے پانسو برس پیشتر جاویں گے۔ یہ آدھا دن ہوا۔ (رواہ الترمذی) آسودگی اگر کوئی اچھی چیز ہوتی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دعا اپنے لئے نہ کرتے: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ۔ اے اللہ جِلا مجھ کو مسکین۔ مار مجھ کو مسکین۔ حشر کر میرا مسکینوں میں۔ عائشہؓ نے پوچھا یہ کس لئے؟ فرمایا! اس لئے کہ مساکین جنت میں چالیس برس پہلے جاویں گے۔ (رواہ الترمذی و البیہقی و ابن ماجہ) ظاہر ہے کہ ہر دن ان برسوں کا برابر ایک ہزار برس کے ہوگا۔

فرمایا: مجھ کو جب تم ڈھونڈو تو ضعیفوں، غریبوں، مسکینوں میں ڈھونڈو۔ تم کو رزق و مدد انھیں ضعیفوں کے طفیل میں ملتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد) معلوم ہوا کہ امراء کو ضعفاء و غرباء کے حال پر بڑا رحم کرنا چاہئے جن کے طفیل میں رزق ملتا ہے۔ ان کا نہ پوچھنا نہایت ناشکری ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو اغنیاء در حقیقت سائل ہیں یہ رعیت مُعطی ہے۔ اگر رعیت نہ دے تو یہ کہاں سے پائیں۔ الید العلیا خیر من ید السفلیٰ۔

حدیث ابو ہریرہ میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تو کسی فاجر فاسق کی نعمت پر رشک نہ کر تو کیا جانے کہ بعد موت کے وہ کیا دیکھے گا۔ اللہ کے نزدیک اس فاسق، فاجر کے لئے ایک ایسا قاتل ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ یعنی آتش دوزخ۔ (رواہ فی شرح السنۃ) یعنی فاسقوں کا انجام جہنم ہے۔ گو یہاں بظاہر عیش و آرام میں بسر کرتے ہیں۔

---

[1] المائدۃ ۵۲ ترجمہ: جو اُن سے دوستی کرے گا، قیامت کے روز انھیں میں سے ہوگا۔

ابن عمرؓ کا لفظ یہ ہے کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور قحط ہے۔ جب دنیا کو چھوڑا تو گویا قید خانہ و قحط سے باہر نکلا۔ (رواہ فی شرح السنتہ)

فائدہ : قتادہؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو دُنیا سے ایسا بچاتا ہے، جس طرح تم میں کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔ اس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔

دیکھو سیکڑوں خدا کے پوجنے والے خدا کے دوست ایسے ہیں جن کو شام تک روٹی بھی نہیں ملتی۔ یا بہ مشکل تمام ملتی ہے۔ رزق بقدر کفاف ملتا ہے۔ ہزاروں خدا کے دشمن ایسے ہیں کہ رات دن ناز و نعمت میں بسر کرتے ہیں۔ دولت و حکومت کا ڈنکا بجاتے ہیں۔ ان کو نہ روٹی کی فکر ہے نہ محتاجی کا غم۔ مگر ہم کو قدر اس نعمت فقر کی نہیں ہے۔ اگر ہم کو اس نعمت کی قدر ہوتی تو ہم کبھی کسی فاسق، فاجر کی دولت پر رشک نہ کرتے۔

ایک آدمی نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا ذرا دیکھ کیا کہتا ہے! کہا خدا کی قسم میں آپ کو چاہتا ہوں۔ یہ بات اس شخص نے تین بار کہی۔ فرمایا اگر تو سچا ہے تو محتاجی کے لئے زرہ، سپر لے کر تیار ہو جا۔ کیونکہ جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے محتاجی، فقیری اس کی طرف اس سے بھی زیادہ تر جلدی کرتی ہے۔ جس طرح نالہ اپنے منتہی تک جلد تر جاتا ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب عن عبداللہ بن مغفل)

معاذ بن جبل کو جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طرف یمن کے بھیجا، فرمایا: خبردار جو تو نے چین و آرام کیا۔ اللہ کے بندے چین، آرام کرنے والے نہیں ہوتے ہیں۔ (رواہ احمد) معلوم ہوا جو لوگ رات دن تنعم میں رہتے ہیں۔ وہ گویا خدا کے بندوں میں داخل نہیں ہیں بلکہ خدا کے دشمن ہیں۔

علی مرتضیٰؓ کی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی ہوا تو اللہ تعالیٰ اُس سے تھوڑے عمل پر راضی رہے گا۔ (رواہ البیہقی)

دوسری حدیث میں عمران بن حصین سے مرفوعاً یوں آیا ہے: اللہ دوست رکھتا ہے مومن، فقیر، پارسا، عیال دار کو۔ (رواہ ابن ماجہ)

فائدہ: ابوہریرہ کہتے ہیں: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عذر دور کر دیا اللہ نے اُس شخص کا جس کی موت کو تاخیر دی، یہاں تک کہ وہ ساٹھ برس کو پہونچ گیا۔ (رواہ البخاری) یعنی اب جو گناہ اس سے اس عمر میں ہوتا ہے اس میں وہ معذور نہ سمجھا جائے گا۔ اس پر اس کو عذاب ہوگا۔

ابن عمر کے بدن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ تو دنیا میں یوں رہ جس طرح کوئی مسافر ہوتا ہے یا راہ گذر۔ اور گن لے اپنی جان کو قبر والوں میں (رواہ البخاری والترمذی والبیہقی) لیکن بخاری میں پچھلا جملہ نہیں ہے۔

ابوہریرہؓ کی حدیث میں آیا ہے: میری امت کی عمر درمیان ساٹھ ستر کے ہے۔ (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب)

دوسری روایت میں اس لفظ سے آیا ہے: عمر میری امت کی ساٹھ ستر کے بیچ میں ہے۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں جو اس سے آگے بڑھ جاویں۔ اس کو ترمذی وابن ماجہ نے ذکر کیا ہے۔ اس تھوڑی سی عمر کو دیکھو اور ان بہت سے گناہوں کو دیکھو۔ وہ بڑا بدنصیب ہے جس کی عمر گھٹے، گناہ بڑھیں۔

فائدہ: ابن عباسؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ داخل ہوں گے بہشت میں میری امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں کراتے، نہ بد فالی لیتے ہیں۔ بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (متفق علیہ) تعویذ کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن نہ کرنا افضل ہے۔

فال بد کو دوسری حدیث میں شرک فرمایا ہے۔ ایک روایت میں یہ زیادہ کیا ہے کہ داغ بھی نہیں دیتے۔ (رواہ مسلم عن ابن عباس)

ابوالدرداء کی حدیث میں آیا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: زُہد

اس کا نام نہیں ہے کہ حلال کو حرام کرلے۔ مال کو برباد کردے۔ بلکہ زہد اس کا نام ہے کہ جو مال تیرے ہاتھ میں ہے، تجھ کو اس پر زیادہ بھروسہ نہ ہو بہ نسبت اس مال کے جو ہاتھ میں خدا کے ہے۔ اور زہد اس کا نام ہے کہ جو مصیبت تجھ کو پہونچے، تجھ کو اس کے ثواب میں زیادہ رغبت ہو، تو چاہے کہ یہ مصیبت باقی رہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)۔ یعنی اپنے مال کا گھمنڈ نہ ہو۔ اللہ پر توکل ہو۔ مصیبت میں صبر شکر کرے، امید ثواب رکھے۔ دل تنگ نہ ہو۔ ؎

چہ خوش بروئ دلِ تنگ ماوری واکرد — خدا دراز کند عمرِ زخسم کاری ما

ابن عباسؓ نے کہا: ایک دن میں پیچھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا، کہا اے لڑکے نگاہ رکھ حق اللہ کا۔ بچاوے گا وہ تجھ کو، یعنی مکروہات دُنیا و آخرت سے۔ تو نگاہ رکھ اللہ کو۔ پاوے گا تو اُس کو سامنے اپنے اور جب تو کچھ مانگے تو خدا سے مانگ اور جب مدد چاہے تو خدا سے مدد چاہ۔ اور جان لے اس بات کو کہ اگر ساری امت جمع ہو اس بات پر کہ تجھ کو نفع پہونچا دے تو وہ تجھ کو نفع نہیں پہونچا سکتی ہے مگر اتنا ہی جتنا کہ خدا نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر جمع ہو اس بات پر کہ تجھ کو نقصان پہونچا دے تو ہرگز نقصان نہیں پہونچا سکتی ہے مگر اسی قدر لکھ دیا ہے اللہ نے تجھ پر۔ اُٹھا لئے گئے اقلام، سوکھ گئے صحیفے۔ (رواہ احمد والترمذی)

مسلمان کی تسلی خاطر، قوت ایمان، درستی عقیدہ، صحت عمل کے لئے فقط ایک یہی حدیث کافی، وافی، شافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر عمل نصیب کرے۔ استقامت بخشے۔

حدیث ابوذرؓ میں آیا ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھ کو ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اگر لوگ اس پر چلیں تو وہ سب کو کفایت کر جاوے۔ وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [1] (رواہ احمد وابن ماجہ والدارمی) یعنی جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے، یعنی گناہان کبیرہ سے بچتا ہے، اللہ اس کے لئے ایک راستہ نکال دیتا ہے۔ اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں کا گمان

[1] الطلاق ۲۔ ترجمہ: جو کوئی اللہ سے ڈرے اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اللہ اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو گا۔

بھی نہ ہو ؎

تو گر ساقی شوی دردِ تنک ظرفی نمی ماند
بقدرِ بحر باشد وسعتِ آغوشِ ساحلہا

حدیث ابوالدرداء کا لفظ مرفوع یہ ہے کہ رزق بندے کو اسی طرح تلاش کرتا ہے جس طرح کہ موت اُس کو تلاش کرتی ہے۔ (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ) یعنی

بے مگس ہرگز نماند عنکبوت
رزق را روزی رساں پر میدہد

ہماری بے صبری ہے کہ ہم اندیشۂ رزق میں خدا کو بھول کر، اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اگر سچّا بھروسہ خدا پر کریں تو خود رزق ہم کو تلاش کرلے۔ ہم کو حاجت اس کے تلاش کی نہ پڑے۔

فائدہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: قسم ہے خدا کی اگر جانو تم وہ حال جو میں جانتا ہوں تو روؤ تم بہت اور ہنسو تم تھوڑا۔ (رواہ البخاری) قہقہہ بازیاں رات دن کی وہی لوگ بہت کرتے ہیں، جو انجامِ کار سے جاہل، غافل ہیں۔ اگر انجام ان کو اس مضحکہ کا معلوم ہوجاوے تو پھر یہ ہرگز اتنا نہ ہنسیں بلکہ خوب ہی روئیں۔

ابو مالک وابو عامر کی حدیث مرفوع میں آیا ہے: کچھ قوم میری امت کی نشہ، ریشم، شراب، باجوں کو حلال کرلیں گی۔ (رواہ البخاری) یعنی خلاف شرع لباس پہنیں گی۔ حرام چیز پئیں گی۔ گانے بجانے میں رہیں گی۔ یہ کام اس امت میں اب بڑے طمطراق کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جو کوئی ان کو حلال سمجھے گا وہ کافر ہے۔ حلال کرنے سے مراد یہی ہے کہ جس طرح حلال چیز کے برتاؤ میں کچھ خوف و خطر نہیں ہوتا ہے اسی طرح یہ لوگ ان کاموں کو بے تکلف، بے خوف کیا کریں گے۔

اس حدیث کے آخر میں یہ ذکر بھی آیا ہے کہ ان میں سے بعض بندر بن جاویں گے قیامت کے دن۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

جابرؓ نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ یبعث کل عبد علی ما مات علیہ (رواہ مسلم) یعنی ہر بندہ اُسی حالت پر قبر سے اُٹھے گا جس حالت پر دُنیا میں مرا ہے۔ یعنی فاسق، فاجر، مرد و عورت حالت بد میں مبعوث ہوں گے۔ مثلاً شرابی مست بن کر۔ زانی سیاہ رو ہو کر۔ گانے بجانے والا۔ سود کھانے والا، اغلام کرنے والا اپنی اپنی حالت پر۔ ع: چوں میرد مبتلا میرد چوں خیزد مبتلا خیزد۔ اسی طرح جس کی موت اچھی حالت پر ہوئی ہے، اور وہ مرنے سے پہلے تائب بھی ہو چکا تھا، کبیرہ گناہوں سے بچتا تھا وہ اچھے حال میں مبعوث ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللّٰھم ارزقنا۔

فائدہ: حضرت عائشہؓ نے کہا: میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا۔ کیا اس آیت سے وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ[1] وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں، چوری کرتے ہیں۔؟ فرمایا نہیں لیکن وہ لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ دیتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے عمل مقبول نہ ہوں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں — (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

اب ان لوگوں کی جگہ ایسے لوگ رہ گئے ہیں، جو رات دن فسق و فجور، لہو و لعب، زینت، تماشے، کھیل کود میں رہتے ہیں۔ مع ہذا اُن کو اپنی مغفرت کا ایسا یقین حاصل ہے، جس طرح یہود کو تھا۔ یہود بھی یہی کہتے تھے: کہ ہم اگر دوزخ میں بھی گئے تو ہفتہ عشرہ کے لئے جاویں گے۔ اِس وقت کے فاسقوں کا بھی یہی قول ہے، کہ ہم کو فسق کرنے دو۔ ہمارا ایمان درست ہے۔ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں۔ روزہ بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور ہی بخش دے گا۔ ہم کو اس کی رحمت سے اُمید عفو ہے۔

حالاں کہ یہ اُمید جب درست ہوتی کہ اچھے کام کرتے، ڈرتے، نہ اس حال میں کہ

---

[1] المؤمنون ۶۰۔ ترجمہ: اور جو لوگ حسب توفیق جو بن پڑتا ہے دیتے ہیں، اللہ کی راہ میں، اور دل میں ڈرتے ہیں۔

خدا کی نافرمانی کرتے ہیں، پھر اُمیدوار مغفرت رہتے ہیں۔ بھلا ہم جب جانیں کہ تم کسی امیر، حاکم، رئیس کی بغاوت، مخالفت کرکے اس سے کچھ اپنا بھلا تو کرلو۔ وہ تو تم کو اُسی وقت تمھارے قصور کی سزا دے گا۔ پھر خدا کی بغاوت پر تم کس طرح لایق انعام و اکرام ٹھہر گئے ہو۔

فائدہ: ابو سعیدؓ نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم واسطے نماز کے نکلے تھے، لوگوں کو دیکھا کہ ہنس رہے ہیں فرمایا: اگر تم موت کو زیادہ یاد رکھتے تو وہ تم کو اس شغل سے باز رکھتی، تم ذکرِ ہاذم لذات کا زیادہ کیا کرو۔ یعنی موت کا جو سارے مزوں کو قطع کردیتی ہے۔ قبر پر کوئی دن نہیں آتا مگر وہ یہ بات کہتی ہے کہ میں گھر ہوں، غربت کا۔ میں گھر ہوں تنہائی کا۔ میں گھر ہوں خاک کا۔ میں گھر ہوں کیڑوں کا۔

جب دفن ہوتا ہے کوئی بندہ مومن تو قبر کہتی ہے: تجھ کو کشادگی و آسانی ہو۔ جو لوگ میری پیٹھ پر چلتے تھے، اُن میں تو سب سے زیادہ مجھے پیارا تھا۔ آج جو میں تیری مالک ہوئی ہوں۔ تو میرے پاس آیا ہے، تو تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ فرمایا: جہاں تک نظر جاتی ہے، قبر کو اس کے لئے کشادہ کردیتے ہیں۔ بہشت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جس وقت کہ کوئی بندہ فاسق فاجر یا کافر دفن ہوتا ہے، تو قبر اس سے یہ کہتی ہے: کہ تجھ کو کچھ کشادگی و آسانی نہ ہو۔ جو لوگ میری پشت پر چلتے تھے اُن میں سب سے زیادہ تو ہی مجھ کو دشمن تھا۔ آج میں نے تجھ پر قابو پایا ہے تو میرے پاس آیا ہے، اب تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ فرمایا: قبر اس پر لپٹ جاتی ہے، اس طرح پر کہ ساری پسلیاں اس کی درہم برہم ہو جاتی ہیں۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے بعض انگلیاں اپنی بعض میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح کا حال ہو جاتا ہے۔ ننّانوے اژدہے اس پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ اگر ایک اژدہا بھی ان میں سے زمین میں پھونک مارے، تو زمین کسی چیز کو نہ اُگاوے۔ جب تک کہ دُنیا باقی ہے۔ یہ اژدہے اس فاجر یا کافر کو نوچتے، کھسوٹتے

کاٹتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو حساب کے لئے لے جاویں۔ یعنی قیامت کے دن تک یہی عذاب ہوتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قبر ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے، دوزخ کے گڑھوں میں سے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تم وہ کام کرتے ہو جو تمھاری نظر میں بال سے زیادہ پتلے ہیں۔ ہم ان کاموں کو زمانۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں مہلکات سے جانتے سمجھتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ کام تمھاری نظر میں بہت اچھے عمل ہیں، ہمارے نزدیک بہت برے کام تھے۔ دوسرے یہ کہ تم کچھ پروا ان کاموں کی نہیں کرتے ہو، حالاں کہ عہدِ نبوّت میں ہم ان کاموں کا کرنا، موجب ہلاکت جانتے تھے۔

حدیث مرفوع ابن مسعودؓ میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی بندۂ مسلمان نہیں ہے کہ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہیں، گو وہ آنسو برابر مکھی کے سر کے کیوں نہ ہوں، خوف سے خدا کے، پھر وہ آنسو اُس کے مُنہ پر پہونچیں، مگر اللہ تعالیٰ اس مومن کو آتشِ دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ مومن، سچّا ایمان دار ہو۔ کیونکہ خدا کا خوف اُسی شخص کو ہوتا ہے، جو خدا کے عذاب، عقاب، حساب کتاب، وبال کو جانتا پہچانتا ہے۔ جو رات دن جہل و فسق میں مبتلا ہے، کبھی آنکھ اٹھا کر طرف دین کے نہیں دیکھتا، نہ کوئی کتاب پڑھے، نہ کوئی کتاب کسی سے سُنے، نہ کوئی مسئلہ سیکھے، نہ کوئی بات اسلام و آخرت و قبر و موت کی دریافت کرے، اس کو خوف خدا کا کس طرح ہوگا۔ جب خوف نہ ہوا تو خوف سے اس کا رونا بھی معلوم۔ خوف کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی گناہ سے بچ جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا[1] یعنی اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ پھر آخر قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ[2]

---

[1] فاطر ۲۸ [2] البینہ ۸

یہ بہشت اُسی کو ملے گی جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت خاص حصّہ اہلِ علم کا ہے۔

علم سے مراد علم قرآن و حدیث ہے۔ قرآن و حدیث کا علم دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک کتاب و سنت کے پڑھنے سے۔ دوسرے کتاب و سنت کے سُننے سنانے سے۔ ایسے جاہل لوگ بھی جن کو زبانی مسائل کتاب و سنت اچھی طرح معلوم ہیں، پھر وہ ان پر عمل بھی کرتے ہیں، اہلِ علم میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ علم کے معنی ہیں کسی چیز کا جاننا، خواہ یہ جاننا بطریق کتاب درس کے ہو، یا بذریعہ زبان و دل کے۔ ایسے عالم جن کو لکھنا پڑھنا تو خوب آتا ہے، مگر عمل خیر سلاً، جاہلوں میں داخل ہیں۔

حدیث میں آیا ہے اِن من العلم جهلا یعنی بعضا علم جہل ہوتا ہے۔ بہرحال نجاتِ آخرت، عافیت محشر کے لئے کوئی چیز عمدہ تر علم و عمل سے نہیں ہے۔ علم و عمل کی رونق خوفِ خدا سے ہوتی ہے۔ خوف کا انجام جنت دارالسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب غرباء کو اپنا خوف بخشے، اپنے خوف سے رونا دھونا نصیب فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ آمین! تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ؕ وَآخر دعوانا ان الحمد للهِ رب العالمين ؕ

ختم شُد